

اعمال کا دار و مدار

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ فَحِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَحِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ۔ [متفق عليه]

”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں کے ساتھ ہے اور بلاشبہ ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق (ثواب) ملے گا پس جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لیے ہجرت کی ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی خوشنودی کے لیے اس کی ہجرت مقبول ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کے لیے ہے تو اس کی ہجرت بھی اس کی نیت کے مطابق ہے۔“

علم کی فضیلت

علم کی تلاش کے لیے گھر سے نکلتا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الزمر، آیت: 9] اے نبی معظم ﷺ کہہ دیجیے کیا علم رکھنے والا اور علم نہ رکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں۔“
فائدہ: جس طرح رات اور دن برابر نہیں ہو سکتے اور سفید اور سیاہ برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح ایک شخص علم رکھنے والا اور ایک شخص علم نہ رکھنے والا برابر نہیں ہو سکتے۔

اس آیت میں استفہام انکاری ہے۔ استفہام انکاری کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر بات میں پختگی آتی ہے۔ یہاں جو مسئلہ بیان ہو رہا ہے اس کے اندر مضبوطی اور پختگی کرنے کے لیے یہاں استفہام انکاری ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ قال من سلك طريقاً يلتمس فيه علماً سهل الله له به طريقاً إلى الجنة - [صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن، رقم: ۲۶۹۹]

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی ایسی راہ پر چلتا ہے یعنی علم کی تلاش کے لیے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں۔“

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو علم حاصل کرنے کے لیے نکلتا ہے رب العالمین کی رضا کے لیے تو رب العالمین اس کے لیے جنت کے راستوں کو آسان کر دیتا ہے گویا کہ وہ جنت کے راستوں پر چل رہا ہے۔

حضرت کثیر بن قیس فرماتے ہیں کہ میں ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مسجد دمشق میں ایک آدمی آیا اور کہتا ہے اے ابو درداء مجھے ایک خبر پہنچی ہے کہ تو نبی ﷺ کی احادیث بیان کرتا ہے تو میں اس حدیث کو سننے کے علاوہ کسی اور کام کے لیے نہیں آیا۔

قال فإني سمعت رسول الله ﷺ يقول من سلك طريقاً يطلب فيه علماً سهل الله له به طريقاً من طرق الجنة وإن الملائكة لتضع أجنحتها رداً طالع العلم، وإن العالم ليس يغفر له من في السموات والأرض والحيتان في جوف الماء وإن فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب وإن العلماء ورثة الأنبياء - [صحيح ابوداود، رقم: ۳۶۴۱، كتاب العلم، باب فضل العلم]

”حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو شخص علم کی تلاش میں نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے راستوں کو آسان کر دیتا ہے اور بے شک فرشتے اس کے لیے اپنے پروں کو اس کے پاؤں کے نیچے رکھ دیتے (جھکا دیتے) ہیں۔ بے شک عالم کے لیے جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اس کے لیے استغفار کرتے ہیں حتیٰ کہ مچھلیاں بھی پانی میں عالم کے لیے استغفار کرتی ہیں۔ عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح چودھویں کا چاند ستاروں پر فوقیت رکھتا ہے اور بے شک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔“ [عبد الرحیم ملتستانی]

فہرست

1	اعمال کا دار و مدار	☆ جواہر پارے
5	علم کی فضیلت (عبدالرحیم بلتستانی)	☆ کلمہ طیبہ
5	لا تتخذوا اليهود والنصارى اولياء (محمد سلیم چنیوٹی)	☆ ادارہ
7	ڈاکٹر حافظ مقتدی حسن الازہری (حافظ احمد شاکر)	☆ وفتیات
8	دوہرے اجر کے مستحق لوگ..... (۱) (غلام مصطفیٰ فاروق)	☆ تذکیر
12	رشوت کی تعریف..... (۴) (ترجمہ: مولانا نصیر احمد لہی)	☆ معاشرتی مسائل
18	مخلوط معاشرہ..... (۱) (امّ عبدنیب)	☆ اسلامی معاشرت
23	صحافت کی اصلاح..... اہم تجاویز و تدابیر (مولانا عبدالغفار حسن)	☆ دعوت و تبلیغ
28	قاضی شریح بن الحارث (قاری محمد حسن سلفی)	☆ تذکرۃ الاخیار
30	دار الدعوة السلفیہ..... ایک تعارف (۲) (ملک عصمت اللہ قلعوی)	☆ تعارف
32	تبصرہ کتب	☆ تبصرہ کتب
34	یک جہتی و سلامتی (عطا محمد جموعہ)	☆ نقطہ نظر

اہل و عیال کی تعلیم و تربیت

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾

[التحریم: ۶/۲۶]

”ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔“

رعایا کی خیر خواہی

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ وَالٍ يَسْتَرْعِيهِ اللَّهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحْطُهَا بِنَصِيحَةٍ لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ -

[بخاری: ۷۱۵ - مسلم: ۱۴۲/۲۱]

”جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کسی رعایا کا رکھوالا بنا دیا تو اس نے خیر خواہی کے ساتھ ان کی حفاظت نہ کی تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔“

دعا اور نیکی کی تاثیر

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَرُدُّ الْقَضَاءُ إِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيدُ فِي الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ -

”تقدیر کو دعا ہی ٹال سکتی ہے اور عمر میں اضافہ صرف نیکی ہی کر سکتی ہے۔“

[الترمذی: ۲۱۳۹ - له شاهد - الصحيحة: ۱۵۳]

لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ

محمد سلیم چینیوٹی

اداریہ

”سب سے پہلے پاکستان“ کے نعرے کے موچر بیٹا رڈ جنرل پرویز مشرف کے کرہیدہ دور سے جاری دہشت گردی کی نام نہاد جنگ خود ساختہ نائن الیون کا یہودی ڈرامہ برپا ہونے کے بعد ابھی تک جاری بلکہ عروج پذیر ہے۔ پرویزی دور میں اخبارات کے کالم نگار حضرات اکثر لکھا کرتے تھے کہ عراق و افغانستان کے بعد پاکستان کی باری ہے۔ مگر اس وقت کے امریکی غلام بے دام حکمران اس خیال کی تردید کر دیا کرتے تھے۔ ڈالروں کی جھنکار، امدادی ہیکچوں کی بھرمار اور حرص و لالچ میں گرفتار ہمارے حکمران ”سب سے پہلے پاکستان“ کا نعرہ لگا کر پاکستانیوں کو اپنے تئیں مطمئن کر دیتے تھے۔ لیکن یہودی ذہن کی ساختہ و پرداختہ نام نہاد دہشت گردی کی جنگ اب اپنے خونی پتھوں کو پاکستان میں گاڑتے ہوئے خونِ مسلم سے روز کے روز اپنے ہاتھ رنگ رہی ہے اور کوئی بھی دن خالی نہیں جاتا جس دن کوئی نہ کوئی دھماکہ نہ ہو۔ ہولناکی کا یہ سلسلہ جس تسلسل سے چل نکلا ہے اب اس سے نہ جی ایچ کیو فوج سکا، نہ وادی کوہسار کی مادر علمی یعنی اسلام آباد کی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی فوج سکی، پشاور میں آگ اور خون کی وہ ہولی کھیلی گئی جس کی حالت جنگ میں بھی اسلام نے اجازت نہیں دی، لاہور کی سرزمین پر پولیس کے ٹریننگ سنٹر، آئی اے کی بلڈنگ، جی او آر دفاتر، جی پی او چوک میں پولیس سپاہیوں نے فرض ادا کرتے ہوئے جانیں نچھاور کر دیں۔ منواواں پولیس سنٹر میں منظم حملہ نہیں حملہ ہوئے، ڈیرہ اسماعیل خان، ڈی جی خان وغیرہ میں خودکش حملے ہوئے، اسلام آباد میں پاک فوج کے ایک بریگیڈیئر کی گاڑی پر فائرنگ کے نتیجے میں اس کی جان لے لی گئی۔ پھر ایک اور واقعہ میں دوسرے بریگیڈیئر کو نشانہ بنایا گیا، یہ سب کیا ہے؟ کیا یہ نہ سمجھ میں آنے والی باتیں ہیں کہ انہیں سمجھانہ جاسکے۔

قرآن حکیم کے احکامات پر ہمارے حکمران عمل کرنے سے رہے مگر ہمارا دین اور ہمارا مذہب اسلام تقاضا کرتا ہے کہ دین جاننے والا طبقہ اس کی تعلیمات کو آگے پہنچاتا رہے۔ فرمان رسول ﷺ کہ ((يَلْعَنُوا عَنِّيْ وَلَوْ اَيَةً)) آگے پہنچاؤ یعنی بیان کرو چاہے ایک ہی آیت (قرآنی) ہو.....! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اوراق میں مومنین کو یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ﴾ [المائدة: ۵۱] ”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔“

اب یہ نام نہاد جنگ جو خالصتاً صلیبی و یہودی جنگ ہے اور جس کا برملا اظہار سابق امریکی صدر ”جارج بوش جونیئر“ کئی مرتبہ کر چکا تھا، افغانستان اور عراق میں امریکا نے عبرت ناک شکست کے بعد اس نے زخمی سانپ کی طرح اپنا رخ پاکستان کی طرف کر لیا ہے۔ یہ ”بلیک واٹر“ نامی ”کالے مونہہ“ والی سوچ کی حامل امریکی تنظیم کی پاکستان میں موجودگی اور اسکے آگے بلی بنے ہمارے حکمران جو ان کی مجرمانہ سرگرمیوں پر قانون نافذ کرنے والے اداروں سے ہا کر والیتے ہیں۔ ڈالروں کی جھنکار میں ہمارے حکمران امریکن وزراء و مینیٹرز سے ملاقات کر کے مسکراہٹوں کا تبادلہ کرتے ہوئے دھماکوں سے پھلتی پاکستانیوں، عورتوں، معصوم بچوں کے خون میں رنگے ہوئے والدین کے دلوں کو کچھ کے لگاتے ہوئے انہیں رتی بھر شرم نہیں آتی۔ اربوں ڈالر کا یہ کیمری لوگر بل، بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کی آڑ میں لی گئی کروڑوں ڈالر کی امداد کیا یہ پاکستان دوستی ہے؟

قبائل اور حکمرانوں کے درمیان لڑی جانے والی جنگ کو ہمارے دل درد مند رکھنے والے عوام سازش سے تعبیر کرتے ہیں۔ کیوں کہ امریکی ڈبل گیم کر کے اپنے اسلحے کو ادھر یعنی قبائلیوں یا ”جنگجوؤں“ میں بھی تقسیم کرتے ہیں اور دوسری طرف فوجی امداد کے نام پر فوج کو بھی اسلحہ سپلائی کیا جاتا ہے۔ ان کی اس دہری پالیسی سے اس مسلط کردہ جنگ کو سمجھنا اور پرکھنا اب کوئی مشکل کام نہیں رہا۔

روزنامہ نوائے وقت مجریہ ۲۹ اکتوبر ۲۰۰۹ء میں ایک باخبر صحافی فواد شاہ کے بیان کے مطابق کہ ”بلیک وائر“ نامی امریکی تنظیم پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں منظم منصوبے کے تحت ”آپریشن“ میں مصروف ہو چکی ہے اور مزید یہ کہ امریکی اب اس کی جان لینے کے درپے ہیں کہ اس نے بلیک وائر کے بارے میں صحیح رپورٹنگ کیوں کی ہے؟ اسباب اقتدار کو آخرت تو خیر کیا یاد ہوگی کہ ”کل کس نے دیکھا ہے“ کا اصول آج کل سکھ رائج الوقت ہے۔ لیکن وہ کم از کم اس صحافی کے بیان کے تناظر میں اگر اب بھی سمجھ نہ پائے تو پھر ہم سب کا اللہ ہی حافظ ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ چند روزہ زندگی میں ہم معمولی منفعت کی خاطر اور اقتدار کی چار روزہ عیش و عشرت میں مگن ہی نہ رہیں، ہم سب نے بالآخر اپنے رب کو بھی جواب دینا ہے اور وہاں اگر حکم رانوں کے اعمال نامے میں ان ڈالروں کے عوض ناحق خون ان کے پلڑے میں نکل آیا تو پھر کیا ہوگا.....؟ اعاذنا اللہ من ذلک

آج مسلم امہ جن مصائب و مشکلات کا شکار نظر آ رہی ہے، خونِ مسلم جس بے دردی سے بہایا جا رہا ہے اور دشمن بڑی عیاری و مکاری سے چاروں طرف سے صرف مسلمانوں کو ہی گھیرنے کی کوشش کر رہا ہے، فلسطین میں خونِ مسلم، عراق و افغانستان میں سازشیں، اور پاکستان میں سازشوں اور امریکی خفیہ سرگرمیوں کے پردے اب فاش ہونا شروع ہو چکے ہیں۔ پاکستان میں مذہبی سطح پر قانون تو بین رسالت ﷺ ختم کرنے کی کوششیں، ۱۹۷۳ء کے آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی شقوں کو ختم کرنے کی سازشیں پھر دینی مدارس کی مانیٹرنگ کے نام پر اور اس میں پڑھنے و پڑھانے والوں پر کڑی نظریں رکھنے جیسی باتوں سے کس طرح اغماض برتا جاسکتا ہے۔ پھر یہ بھی ایک بے سرو پا اور گھناؤنی سازش کا پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر طالبان قابض ہونا چاہتے ہیں اور کبھی یہ شدنی چھوڑی جاتی ہے کہ اسلام آباد اور پشاور پر طالبان قبضہ کرنے والے ہیں۔ لیکن ”بلیک وائر“ کی کارستانیوں پر پردے ڈالے جا رہے ہیں بلکہ ان کو کلیئر سنس دی جانے کی کوشش ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ وزیراعظم نے ان کی تردید کرتے ہوئے یہ تک فرما دیا کہ پاکستان میں بلیک وائر کا کوئی وجود نہیں ہے۔ مگر اسلام آباد کے سیکرٹریف ۶۔ ایف ۷ اور ایف ۷ کے بکینوں کی صورت حال یہ ہے کہ وہ ان امریکیوں کی پراسرار سرگرمیوں سے جتنے خوف زدہ ہیں طالبان وغیرہ سے اتنے خوف زدہ نہیں۔ یہی کچھ پشاور میں بھی ہو رہا ہے جس کا ذکر فواد شاہ نامی صحافی نے کیا ہے۔ جس کی گواہی پاکستانی اخبارات کے کالم نویس ایک عرصے سے دے رہے ہیں۔ پھر یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ پاکستان کا وجود خاتم بدہن عنقریب ختم ہونے کو ہے۔ اس منصوبے پر کام جاری ہے اور امریکا کے سینیٹرز، حکم ران اور فوجی مشیران وغیرہ ایسے خطرناک عزائم کا مختلف طریقوں سے اظہار بھی کر چکے ہیں۔

جس طرح افغانستان میں امریکی و نیٹو افواج تباہی مچا رہی ہیں بالکل اسی طرح عراق میں بھی خود کش دھماکے کروائے گئے تھے اور اب پاکستان میں بھی اس طرح کے خونی دھماکوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ پر ایمان و یقین کمزور ہونے کی علامات ہیں۔ نیز اللہ کریم کے آخری رسول، پیغمبر رحمت ﷺ کی تعلیمات پر عمل نہ کرنے، آپ ﷺ کے ساتھ محبت کے دعوؤں کے باوجود باہمی اختلافات رکھنے کا نتیجہ بھی ہے۔ ہمارے مسلمان ممالک اور ان کے سربراہان کا حال یہ ہو چکا ہے کہ وہ ایک دوسرے پر الزام تراشی سے بھی نہیں چوکتے، اس طرح وہ اغیار کی مسلم دشمنی میں غیر ارادی تعاون کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ یہ بات ہمارے پیش نظر رہنی چاہیے کہ کفر..... یہود، ہنود، صلیب وغیرہ..... مسلمانوں کا ہمیشہ دشمن رہا ہے اور باہمی اختلاف کے باوجود اسلام دشمنی پر وہ متفق ہیں اور ”الکفر ملت واحدہ“ کے مصداق ہیں۔ کفر اب اسرائیل، بھارت اور امریکا و نیٹو کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ سچا مسلمان اپنے سچے مسلمان بھائی کو ناحق قتل نہیں کر سکتا۔ فرمانِ رسول ﷺ ”المسلم اخو المسلم“ کے مطابق ہمیں یعنی مسلم کہلانے والوں کو بھائی بھائی بننا ہوگا۔ تعلیماتِ اسلام میں خیر و بھلائی ہے، اسے اپنانا ہوگا۔ غلط فہمیوں کی وجہ سے فساد کا باعث بننے والی سرگرمیوں کے سد باب کے لیے ہمیں دل کی گہرائیوں سے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں جہاد کا مفہوم سمجھنے کی توفیق سے نوازے اور مجاہد فی سبیل اللہ کے اوصاف کا حامل بنائے اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازے، آمین۔

اک دیا اور بجھا اور بڑھی تاریکی ڈاکٹر حافظ مقتدی حسن الازہری (بنارس - ہند) کا سانحہ ارتحال

جماعتی اور علمی حلقوں میں یہ خبر بڑے حزن و ملال سے سنی جائے گی کہ برصغیر کی معروف علمی شخصیت استاذ الاساتذہ بہت سی عربی اردو کتب کے مصنف، عربی سے اردو اور اردو سے عربی کتابوں کے مترجم محترم ڈاکٹر حافظ مقتدی حسن الازہری سابق وکیل الجامعۃ السلفیہ بنارس (ہند) جمعۃ المبارک کے دن علی الصبح انتقال فرما گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگست ۱۹۳۹ء کو ہندوستان کی ایک مشہور علمی ہستی اور دستی کپڑے کے معروف مرکز منونا تھہ بھجن میں پیدا ہوئے، انہوں نے ابتدا سے آخر تک تعلیم اپنے قصبے سے ہی مکمل کی اور وہیں سے سند فراغت حاصل کی۔ علم کی تشنگی انہیں کشاں کشاں مصر تک لے گئی جہاں انہوں نے جامعہ ازہر کے کلیہ اصول الدین میں سند حاصل کر کے P.H.D شروع کر لی لیکن وطن مالوف واپس لوٹ آئے۔ جذبہ علم نے جب دوبارہ انگڑائی لی تو علی گڑھ یونیورسٹی میں ادب عربی کے موضوع پر P.H.D کرنے کے ساتھ علی گڑھ یونیورسٹی میں وہ عربی ادب پڑھاتے بھی رہے۔ علی گڑھ یونیورسٹی سے واپس آ کر پھر وہ تاجین حیات الجامعۃ السلفیہ بنارس ہند سے منسلک رہے۔ وہاں تدریس شروع کی اور پھر کئی سال تک وہ وکیل الجامعہ کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ اس ناطے سے ان کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں نہیں ہزاروں میں یقیناً ہوگی۔ تقبل اللہ جہودہم وجزاہم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین

تدریس و تحریریں ان کا عربی ادب کا ذوق بہت نکھرا ہوا تھا۔ جامعہ سلفیہ کے عربی مجلہ صوت الامہ کے وہ کئی سال مدیر رہے اس کے ادارے بھی لکھتے مضامین مرتب بھی کرتے اور خود بھی لکھتے۔ اس کے علاوہ ترجمہ کا ملکہ خدا داد تھا۔ عربی سے اردو ترجمہ تو ایک عام چیز ہے لیکن حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اردو سے عربی ترجمہ کرنے میں بھی ممتاز تھے۔ چنانچہ ترجمہ للعالمین کے عربی ترجمہ کے علاوہ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تحریک آزادی فکر اور ”حجت حدیث“ کا عربی ترجمہ بھی ان کا شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ اردو میں بعض اہم موضوعات پر ان کی متعدد کتابیں ہیں اور ان کے مختلف مقالات وغیرہ کی تعداد کم و بیش پانچ صد کے قریب ہے۔ علاوہ ازیں مختلف ممالک میں ہندوستان اور اپنی جماعت کی طرف سے بعض کانفرنسوں اور اجلاسوں میں بھی شریک ہوتے رہے نیز وہ ہندوستان کی بعض علمی اداروں کی کمیٹیوں کے رکن بھی رہے۔

راقم کی ان سے پہلی مرتبہ ملاقات ۱۹۸۷ء میں ہوئی پھر ۱۹۸۸ء میں اور پھر ۱۹۹۲ء میں۔ ڈاکٹر سید صباح الدین عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر اعظم گڑھ جاتے ہوئے جامعہ سلفیہ کی زیارت بھی کی اور ان کے دیگر علماء خصوصاً مولانا عبدالوحید اور مولانا رئیس الاحرار ندوی رحمہما اللہ سے نیاز بھی حاصل ہوئے۔

ڈاکٹر صاحب بہت متحرک اور بیدار مغز انسان تھے۔ بات بہت کھلی، واضح اور صاف صاف کرتے، دین کا درد اور اس کی تبلیغ کا جذبہ ان کی بات بات سے عیاں ہوتا تھا۔ اتنی غیر معمولی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہونے کے باوجود ان میں نہ کوئی تعلقی تھی اور نہ ہی طبیعت میں کسی قسم کا علمی پندار۔ سادگی، انکسار و تواضع غالب تھی۔ علمائے سلف کے غیر معمولی قدردان تھے (خصوصاً مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ کے)۔ ان دونوں مرحومین کے تبحر علمی، وسعت علم کے ساتھ وسعت فکر و نظر کے مداح بھی مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی برصغیر میں فکر اہل حدیث کی تاریخ اور خدمت اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کی خدمت حدیث اور ورثہ اسلاف یعنی متقدمین کی کتب شائع کرنے کے بہت ہی قدردان تھے۔

اب چند سالوں سے حافظ صاحب کی صحت ناہموار تھی جس بنا پر وہ اپنے وطن منونا تھہ بھجن میں رہائش پذیر تھے۔ آنتوں کے سرطان میں انہوں نے وفات پائی۔ ہمارے محترم و مکرّم دوست ڈاکٹر عبدالرحمن عبدالجبار فریوادی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا بہت گہرا قلبی تعلق تھا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے ہی پہلے ان کی بیماری کی تشویش ناک ہونے کی اطلاع دی۔ پھر ان کی وفات کا پیغام بھی انہوں نے دیا۔ علم کے اس آفتاب کو جمعۃ المبارک کے روز بعد نماز مغرب ان کے آبائی وطن میں لحد میں اتار دیا گیا۔

اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه، وقله فتنة القبر وعذاب النار۔ اللهم ادخله الجنة الفردوس۔

ادارہ الاعتصام ان کے خاندان کے پس ماندگان کے علاوہ جامعہ سلفیہ کے مہتمم شیخ عبداللہ سعود رحمۃ اللہ علیہ سے اظہار تعزیت کرتا ہے۔

(یہ معلومات مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کردہ مضمون سے لی گئی ہیں۔)

دوہرے اجر کے مستحق لوگ

غلام مصطفیٰ فاروق

انبیاء و رسول ﷺ:

مشکلات و مصائب اللہ تعالیٰ کے غضب و غصہ یا ناراضگی کی علامت نہیں ہے۔ بلکہ ایک صاحب ایمان آدمی جب تکالیف و مصائب پر صبر و ثبات کا مظاہرہ کرتا ہے تو رب کریم اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ انسان اجر و ثواب کا مستحق بن کر اللہ تعالیٰ کا مقرب بن جاتا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ غم و الم، مصائب و مشکلات، رنج و محن، پریشانیاں اور دکھ اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبروں پر آتے ہیں۔ وہ ابتلاء و آزمائش میں ثابت قدم رہتے ہیں اس سے جہاں اللہ تعالیٰ ان کے درجات و مراتب کو بلند کرتا ہے وہاں ان کے اجر و ثواب میں بھی اضافہ کر دیتا ہے۔ چنانچہ سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

((دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُدْعَى - فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَيْهِ - فَوَجَدْتُ حَرَّةَ بَيْنَ يَدَيَّ فَوْقَ اللَّحَافِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَا أَشَدُّهَا عَلَيْكَ قَالَ إِنَّا كَذَلِكَ نُضَعِفُ لَنَا الْبَلَاءُ وَنُضَعِفُ لَنَا الْأَجْرُ - قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ: الْأَنْبِيَاءُ - قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: الصَّالِحُونَ أَنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيَبْتَلَى بِالْفَقْرِ - حَتَّى مَا يَجِدَ أَحَدُهُمْ إِلَّا الْعَبَاءَ يُحَوِّبُهَا وَأَنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيَفْرَحَ بِالْبَلَاءِ كَمَا يَفْرَحُ أَحَدُكُمْ بِالرَّخَاءِ)) [سنن

ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب الصبر علی البلاء]

”میں نبی اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب کہ آپ ﷺ کو سخت بخار تھا۔ میں نے آپ ﷺ کے جسم

مبارک پر ہاتھ رکھا تو لحاف کے اوپر رکھے ہوئے میرے ہاتھ کو حرارت محسوس ہوئی۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو کتنا سخت بخار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہم (انبیاء) اسی طرح ہوتے ہیں کہ ہمیں مصیبت (یا آزمائش) بھی دوگنی آتی ہے اور ثواب بھی دوگنا ملتا ہے۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! سب سے زیادہ سخت آزمائش کن لوگوں کو آتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انبیاء کو۔ میں نے کہا: ان کے بعد، فرمایا نیک لوگوں کو۔ انہیں فقر کے ذریعے آزمایا جاتا تھا حتیٰ کہ (بعض اوقات) ایک آدمی کو صرف ایک چادر میسر ہوتی تھی جسے وہ جسم پر لپیٹ لیتا تھا اور وہ مصیبت پر اس طرح خوش ہوتے تھے جس طرح تم راحت پر خوش ہوتے ہو۔“

صحیح بخاری و صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُدْعَى))

”میں نبی اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جب کہ آپ ﷺ کو سخت بخار تھا۔“

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ!

((إِنَّكَ تُوعَكُ وَغَمًّا شَدِيدًا))

”آپ کو تو بڑا سخت اور شدید بخار ہے۔“

نبی اقدس ﷺ نے فرمایا:

((أَجَلُ إِنِّي أُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ))

”ہاں! مجھے اتنا بخار ہے، جتنا تمہارے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔“

میں نے کہا:

ہم دوہرا اجر دیں گے۔ اور ہم نے اس کے لیے رزق کریم مہیا کر رکھا ہے۔“

قرآن کریم میں الفاحشة معرف باللام کو زنا کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن ”فاحشة“ نکرہ کو برائی کے لیے، جیسے یہاں ہے۔ یہاں اس کے معنی بد اخلاقی اور نامناسب رویے کے ہیں۔ کیوں کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بد اخلاقی اور نامناسب رویہ آپ ﷺ کو ایذا پہنچانا ہے جس کا ارتکاب کفر ہے۔ علاوہ ازیں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا خود بھی بلند مقام کی حامل تھیں اور بلند مرتبت لوگوں کی معمولی غلطیاں بھی بڑی شمار ہوتی ہیں۔ اس لیے انہیں دو گنے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ [تفسیر احسن البیان، از حافظ صلاح الدین یوسف، ص: ۱۱۷، طبع شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ، سعودیہ]

یہ بات واضح ہے کہ اس آیت میں فاحشة کے لفظ سے بدکاری اور زنا مراد نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء علیہم السلام کی ازواج کو اس سے محفوظ رکھا ہے۔ تمام انبیاء کی ازواج میں سے کسی سے بھی ایسا فعل کبھی بھی سرزد نہیں ہوا۔

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

مَا بَعَثَ إِمْرَأَةً نَبِيٍّ قَطُّ وَأَنْمَا خَانَتْ فِي الْإِيمَانِ وَالطَّاعَةِ - [ابن کثیر، تفسیر سورة التحريم]

”کسی پیغمبر کی کسی عورت نے کبھی بھی بدکاری نہیں کی، بلکہ ان کی خیانت دین و اطاعت میں تھی۔“ مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”اس جگہ فاحشة کے ساتھ لفظ مبینہ آیا ہے۔ یہ اس بات پر شاہد ہے (کہ یہاں عام گناہ مراد ہے) کیوں کہ بے حیائی اور بدکاری کہیں بھی مبینہ نہیں ہوتی وہ تو سات پردوں میں اخفاء کے ساتھ کی جاتی ہے۔ (تو یہاں) فاحشة مبینہ سے مراد عام گناہ ہیں، یا رسول اللہ ﷺ کی ایذا۔“

[معارف القرآن: ۱۳۰/۷]

((ذَالِكَ إِنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ ؟))

”آپ ﷺ کے لیے اجر بھی دو گنا ہوگا۔“

((أَجَلْ ذَالِكَ كَذَالِكَ))

”ہاں! ایسا ہی ہے۔“

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذَى، شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا كَفَّرَ بِهَا سَيِّئَاتِهِ - وَحُطَّتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَفَقَهَا))

”جس مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے، کانٹا لگے یا اس سے بڑی تکلیف آئے۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی برائیاں دور فرما دیتا ہے اور اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے درخت سے پتے گرتے ہیں۔“ (جس کا مشاہدہ پت جھڑ کے موسم سرما میں ہوتا ہے۔) [متفق علیہ]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو تکالیف و مصائب بھی زیادہ آتے ہیں اور ان کو اجر بھی دوہرا ملتا ہے۔

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن:

دوہرے اجر و ثواب کے حق دار لوگوں میں سے ہی، ازواج النبی، امہات المؤمنین، رسول کرم ﷺ کی مطہر و پاکباز بیویاں رضی اللہ عنہن بھی ہیں۔ چنانچہ سورة الاحزاب میں ارشاد الہی ہے:

﴿يُنْسَاءُ النَّبِيِّ مَنْ بَايَتْ مِنْكُمْ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ يُضَعَّفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۖ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝ وَ مَنْ يَفْعَلْ مِنْكُمْ لَللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۖ وَ أَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ۝﴾

[سورة الاحزاب: ۳۰، ۳۱]

”اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی صریح فحش حرکت کا ارتکاب کرے گی، اسے دوہرا عذاب دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ بہت آسان کام ہے، اور تم میں سے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اور نیک کام کرے گی اس کو

شرط کا وقوع ضروری نہیں ہوتا:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ ازواجِ مطہرات کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تمہارا معاملہ عام عورتوں جیسا نہیں ہے۔ اگر بالفرض تم نے نبی اقدس ﷺ کی فرمانبرداری سے سرتابی کی اور اگر بالفرض تم سے کوئی بد خلقی سرزد ہوئی تو تمہیں دنیا اور آخرت میں عتاب ہوگا۔ چوں کہ تمہارے بڑے رتبے ہیں، تمہیں گناہ سے بالکل دور رہنا چاہیے، ورنہ رتبے کے مطابق مشکل بھی بڑھ جائے گی اللہ تعالیٰ پر سب باتیں سہل اور آسان ہیں۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ فرمان بطور شرط ہے:

((وَالشَّرْطُ لَا يَفْتَضِي الْوُقُوعَ))

”اور شرط کا واقع ہونا ضروری نہیں ہوتا۔“

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ [الزمر: ٦٥]

”اے نبی ﷺ! اگر تم شرک کرو گے تو تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے۔“

اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا ذکر کر کے فرمایا:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

[الانعام: ٨٨]

”اگر یہ شرک کریں تو ان کی نیکیاں بے کار ہو جائیں گی۔“

ایک جگہ فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا فَأَنَا أَوَّلُ الْعَبْدِينَ﴾

[الزخرف: ٨١]

”کہہ دیں اگر رحمن کی اولاد ہو تو میں سب سے پہلے عابد ہوں۔“

ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَاصْطَفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ﴾ [الزمر: ٤٠]

”اور اگر اللہ کو اولاد منظور ہوتی تو وہ اپنی مخلوق میں سے جسے

چاہتا پسند فرما لیتا۔“

ان آیات میں شرط کے ساتھ بیان ہے۔ لیکن ایسا ہوا نہیں، نہ نبیوں سے شرک ممکن ہے، اور نہ سردار رسولان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے یہ ممکن ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی اولاد..... اسی طرح امہات المؤمنین کی نسبت بھی جو فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی کھلی لغو حرکت کرے تو اسے دگنی سزا ہوگی۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ واقعی ان میں سے کسی نے کوئی ایسی نافرمانی اور بد خلقی کی ہو۔ نعوذ باللہ

بلند مقام لوگوں کی غلطیاں:

مولانا مودودی رحمہ اللہ تعالیٰ ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے

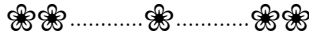
لکھتے ہیں:

”گناہ پر دوہرے عذاب اور نیکی پر دوہرے اجر کی وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ انسانی معاشرے میں کسی بلند مرتبے پر سرفراز فرماتا ہے وہ بالعموم لوگوں کے رہنما بن جاتے ہیں۔ اور بندگان الہی کی بڑی تعداد بھلائی اور برائی میں انہی کی پیروی کرتی ہے۔ ان کی برائی تنہا برائی نہیں ہوتی بلکہ قوم کے بگاڑ کا موجب بھی ہوتی ہے۔ اور ان کی بھلائی صرف انہی کی انفرادی بھلائی نہیں ہوتی بلکہ بہت سے انسانوں کی فلاح کا سبب بھی بنتی ہے۔ اس لیے جب وہ برے کام کرتے ہیں تو اپنے بگاڑ کے ساتھ دوسروں کے بگاڑ کی سزا بھی پاتے ہیں۔ اور جب وہ نیک کام کرتے ہیں تو انہیں اپنی نیکی کے ساتھ اس بات کی جزا بھی ملتی ہے کہ انہوں نے دوسروں کو بھلائی کی راہ دکھائی۔“

اس آیت سے یہ اصول بھی نکلتا ہے کہ جہاں جتنی زیادہ حرمت ہوگی، اور جس قدر زیادہ امانت کی توقع ہوگی، وہاں اسی قدر زیادہ جتنک حرمت اور ارتکاب خیانت کا جرم شدید ہوگا۔ اور اسی قدر اس کا عذاب زیادہ سخت ہوگا۔ مثلاً مسجدوں میں شراب پینا اپنے گھروں میں شراب پینے سے شدید تر جرم ہے، اور اس کی سزا زیادہ سخت ہے۔ محرمات سے زنا کرنا غیر عورت سے زنا

نبی مکرم ﷺ ان کے سامنے آتے جاتے، اٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی جلوت و خلوت ان پر واضح و ظاہر ہوتی ہے اور یہ نبی اکرم ﷺ کے زیر سایہ اور زیر بیت زندگی بسر کرتی ہیں۔ اس لیے عام عورتوں کی بہ نسبت ان سے نیکی و تقویٰ، پرہیزگاری اور حسن عمل کی زیادہ توقع ہوتی ہے۔ اسی بناء پر انہیں دوہرا اجر اور دوگنا ثواب دیا جائے گا۔ یعنی عام مسلمان عورتوں کو رب کائنات ان کے صالح اعمال پر جتنا اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو اس سے دوگنا اجر عطا فرمائے گا۔ یعنی اگر کسی نیکی پر اگر عام خواتین کو دس گنا اجر عطا فرماتا ہے تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بیس گنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

[جاری ہے]



مضامین نگار حضرات سے گزارش

- ”الاعتصام“ کے مضامین نگار حضرات و خواتین سے گزارش ہے کہ وہ درج ذیل باتوں کا ضرور خیال کیا کریں۔
- ①..... مضمون صاف ستھرا، باحوالہ، مدلل ہو۔
 - ②..... حوالہ مکمل ہونا چاہیے۔
 - ③..... آیت نمبر، حدیث نمبر، کتاب کا نام، طباعت کی تاریخ پمینی حوالے ہونا ضروری ہیں۔
 - ④..... کاغذ کی ایک طرف حاشیہ چھوڑ کر لکھا ہونا چاہیے۔
 - ⑤..... کاغذ کی دونوں طرف لکھا گیا مضمون واپس کر دیا جائے گا۔
 - ⑥..... با مقصد اور موزوں مضمون ضرور شائع ہوگا۔
 - ⑦..... مضمون کی اشاعت کے لیے اپنی باری کا انتظار کریں۔
- امید ہے احباب مندرجہ بالا چیزوں کا خیال فرمائیں گے اور ادارے کے ساتھ قلمی تعاون جاری رکھیں گے۔

ان شاء اللہ [منیجر]

کی نسبت اشد ہے اور زیادہ سخت عذاب ہوگا۔“

[تفہیم القرآن: ۸۸/۴]

مجمع الزوائد، کنز العمال اور الجامع الصغیر میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

((أَرْبَعَةُ أَجُورُهُمْ مَرَّتَيْنِ، أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ.....))

”چار قسم کے لوگوں کو دوہرا اجر و ثواب ملے گا، ان میں سے

ایک نبی اقدس ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔“

(باقی تین کا ذکر ان کے اپنے مقام پر کر دیا گیا ہے۔)

[مجمع الزوائد، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج: ۷]

یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف قرار دی گئی ہے اور علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے جب الجامع الصغیر کی صحیح و ضعیف میں تقسیم کی تو اس حدیث کو ضعیف میں ذکر کیا ہے۔

[دیکھئے ضعیف الجامع الصغیر، حدیث: ۸۶۹]

تاہم انہی الفاظ کے قریب قریب ایک حدیث صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لیکن اس میں ((اربعة)) کی بجائے ((ثلاثة)) آیا ہے اور اس حدیث میں ازواج النبی ﷺ، امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا ذکر نہیں ہے۔ [دیکھئے صحیح بخاری: ۹۷]

غرض یہ حدیث تو ضعیف ہے لیکن یہ مسئلہ خود قرآن کریم سورۃ الاحزاب آیت ۳۱ کے الفاظ ﴿نُؤْتِيهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ﴾ سے ہی ثابت ہے کہ انہیں عام عورتوں کی نسبت دوہرا اجر ملے گا۔

امہات المؤمنین، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مقام و مرتبہ اور رفعت و منزلت چوں کہ تمام عورتوں سے زیادہ ہے اور انہیں جملہ خواتین پر تفوق و برتری حاصل ہے۔ اس لیے انہیں معصیت و نافرمانی پر سزا و گرفت بھی دیگر خواتین سے زیادہ ہے، اور نیکی پر اجر و ثواب بھی زیادہ ہے۔ اس کی وجہ و سبب یہ ہے کہ ان کی موجودگی میں فرشتے رب کا پیغام لے کر پیغمبر اقدس ﷺ پر اترتے ہیں۔ ان کے سامنے وحی الہی کی صورت میں احکام و قوانین نازل ہوتے ہیں اور یہ صبح و شام معجزات کا مشاہدہ و نظارہ کرتی ہیں۔

رشوت کی تعریف اور اس کے بنیادی ارکان

از: عبد اللہ بن عبد المحسن الطریق ترجمہ: مولانا نصیر احمد لی

ص: ۷۰ بتصرف

نیز ان الفاظ سے بدلہ کا ہدیہ بھی خارج ہو جاتا ہے یہ وہ ہدیہ ہے جس میں اسی جیسا یا اس سے کم یا زیادہ تحفہ لوٹانے کی پیشگی شرط ہوتی ہے۔

ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ ایک شخص پہل کر کے دوسرے کو اس کی طلب کے بغیر ہدیہ دے۔ [کشاف القناع عن متن الاقناع، ج: ۶، ص: ۳۱۷] یہ بھی کہا گیا ہے: ”ہدیہ ایسا مال ہے جو ایک شخص دوسرے کو اعانت کی شرط لگائے بغیر اسے دیتا ہے۔“ [الاصول القضائية فی المرافعات الشرعیہ لعلی قراعه، ص: ۳۲۸]

کوئی کہتا ہے کہ ہدیہ وہ مال ہے جو دلی محبت کے اظہار، الفت کے حصول اور ثواب کی غرض سے عزیزوں، دوستوں، علماء، مشائخ اور صالحین کو دیا جائے جن کے بارے میں اسے حسن ظن ہو۔ [تعریب السیاسة الشرعیہ فی حقوق الراعی وسعادة الرعیہ، ص: ۵۰]

ہدیہ کب رشوت میں شمار ہوتا ہے؟

مقدمہ: ہدیہ کی حقیقت یہ ہے کہ شرعاً یہ مستحب اور پسندیدہ امر ہے، اس کا ثبوت ابو یعلیٰ سے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول وہ حدیث ہے، جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تَهَادَوْا تَحَابُّوا ”ایک دوسرے کو ہدیہ دو، اس سے محبت بڑھے گی۔“ نیز ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَهَادَوْا تَحَابُّوا وَتَصَافَحُوا يُدْهَبُ الْغِلُّ عَنْكُمْ))

”ایک دوسرے کو ہدیہ دو، اس سے محبت بڑھے گی، ایک دوسرے سے مصافحہ کرو، اس سے تمہارا کینہ اور حسد جاتا رہے گا۔“

نیز امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

جرم رشوت سے متعلقہ امور

اس فصل میں تین مطالب ہیں:

پہلا مطلب: ہدیہ کا بیان، اس کی تعریف، ہدیہ کب رشوت میں شمار ہوتا ہے؟

لغوی تعریف:

”ہدیہ“ کا اصل مادہ ”ہدی“ ہے۔ یہ لفظ جوڑنے اور ملانے پر بولا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: اِهْدَى الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ مرد نے اپنی لہن کو اپنے پاس بلایا، اور اس سے ملا۔ ہدیہ کی جمع ہَدَايَا آتی ہے، جب کہ اہل مدینہ کی لغت میں اس کی جمع ہَدَاوِیٰ ہے۔

اور صحاح میں ہے: ہدیہ، ہدایا کا واحد ہے۔ کہتے ہیں: اُهْدِيتَ لَهُ اِلَيْهِ الْمُهْدَى۔ میم پر زیر کے ساتھ، یعنی تھالی یا وہ طباق وغیرہ جس میں ہدیہ بھیجا جائے۔ ابن اعرابی نے کہا: مِهْدَى (میم پر زیر کے ساتھ) سے مراد تھالی یا طباق اسی وقت ہوگا جب کہ ہدیہ دی ہوئی چیز بھی اس کے اندر موجود ہو۔ اور مِهْدَاؤُ مد کے ساتھ یعنی وہ شخص جس کی عادت ہدیہ دینے کی ہو۔ اور تَهَادَوْا تَحَابُّوا ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔ [الصحاح للجوهري، ج: ۶، ص: ۲۵۳۴]

اصطلاحی تعریف:

ہدیہ کی مختلف تعریف کی گئی ہے، کوئی کہتا ہے: ”کسی شرط کے بغیر ایک آدمی دوسرے کو جو مال دیتا ہے، اس کو ہدیہ کہتے ہیں۔“ اس تعریف میں ”کسی شرط کے بغیر“ کے الفاظ قید احترازی کی حیثیت رکھتے ہیں ان سے رشوت خارج ہو جاتی ہے۔ [فتاویٰ ہندیہ، ج: ۳، ص: ۲۲۶۔ المسؤولية الجنائية فی الفقه الاسلامی للبهنسی،

سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((تَهَادُوا إِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ، وَلَا تَحْقِرَنَّ جَارَةً لِحَارَتِهَا وَلَوْ بِشِقِّ فَرْسَنِ شَاةٍ))

[کنز العمال، ج: ۶، ص: ۵۶، ۵۵]

”ایک دوسرے کو ہدیہ دو، اس سے دل کا کینہ ختم ہو جاتا ہے، اور کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے ہدیہ کو حقیر نہ جانے، اگرچہ وہ بکری کی ایک کھر ہدیہ میں کیوں نہ دے۔“

ان روایتوں میں ہدیہ دینے کا حکم وارد ہے اور حکم وجوب سے استجاب کی طرف مائل ہوگا۔ کیوں کہ ہدیہ دینا واجب نہ ہونے پر اجماع وارد ہے اور ہدیہ کا قبول کرنا بھی اسی مفہوم کی وجہ سے مستحب ہے، جس کی طرف حدیث شریف میں اشارہ ہے۔ وہ یہ کہ لوگوں میں محبت عام ہو، لیکن ہدیہ کا یہ لین دین اسی شخص کے لیے ہوگا جو مسلمانوں کے کسی کام کا نگران اور ذمہ دار نہ رہا ہو۔ رہا وہ شخص جسے کسی قسم کی ذمہ داری سونپی گئی، جیسے اسے قاضی، والی، یا گورنر بنایا گیا، تو ایسے عہدہ داروں کو ہدیہ قبول کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ خصوصاً ایسے لوگوں کو تحفہ تحائف اور بھی قبول نہیں کرنا چاہیے، جنہیں منصب پر فائز ہونے سے پہلے تحفہ نہیں ملا کرتا تھا۔ کیوں کہ گاہے گاہے تحفہ دینے کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا حربہ بنالیا جاتا ہے اور اس کے بعد اپنی ضرورت پوری کی جاتی ہے، اور وہ کام کرایا جاتا ہے جو ملازم پر ہدیہ لیے بغیر بھی فرض ہوتا ہے۔ اب اگر اسی کے فرض کو انجام دلانے کے لیے اسے تحفہ دیا گیا تو یہ ایک قسم کی رشوت ہوگی۔ [مبسوط، ج: ۱۶، ص: ۸۲]

کیوں کہ ہدیہ دینے والا جس کو ہدیہ پیش کرتا ہے، اس کی قربت اور نزدیکی کا خواستگار ہوتا ہے۔ لیکن چوں کہ خدا کی قربت اور نزدیکی مطلوب نہیں ہوتی، اس لیے اس کے اندر کسی خیر کے پیدا ہونے کا سوال نہیں آتا، وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ ہدیہ لینے والے کے دل میں اس کے لیے نرم گوشہ پیدا ہو سکے۔ اس طرح اس کا دینا دلانا ایک دلی مقصد کے تحت ہوتا ہے جس کے خارج میں پائے جانے کو وہ دل سے چاہتا ہے۔ کیوں کہ وہ سمجھتا ہے کہ ہدیہ لینے والا صاحب اقتدار، ذی جاہ، اور بارسوخ ہے، اگر ان کی خوشنودی حاصل رہی تو اسے کامیابی ہوگی، ان کی

توجہ اس کی طرف منعطف رہی تو اس کا کام ہو جائے گا، دوسروں کے خلاف انہیں مدد مل جائے گی، یا کوئی منصب یا ملازمت حاصل ہوگی، یا ایسی ہی کوئی صورت میسر آئے گی، جس سے شخصی اور ذاتی مفاد کا حصول ممکن ہوتا ہے۔ [تعریب السياسية الشرعية فی حقوق الراعی وسعادة

الرعية، ص: ۵۰]

امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

امور سلطنت سے متعلقہ کسی کام کا جو شخص ذمہ دار ہوگا اس کے لیے کسی قسم کا تحفہ قبول کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔ کیوں کہ بیان کیا جاتا ہے کہ عمال اور گورنروں کا تحفہ خیانت اور کھوٹ ہے۔ اور کسی حاکم کو خاص طور پر ہرگز اس کی اجازت نہیں ہوگی، ہاں اس منصب پر فائز ہونے سے پہلے جس کسی سے اس کا یا رانہ اور میل ملاپ ہوگا۔ اس سے تحفہ قبول کرنا مشقی ہوگا۔ [المقنع، ج: ۳، ص: ۱۱۲۔ الانصاف،

ج: ۱۱، ص: ۲۱۳]

ابن تین کہتے ہیں: گورنروں کو تحفہ دینا رشوت ہے۔ اس کو تحفہ اور ہدیہ کہا بھی نہیں جاسکتا، اس لیے کہ اگر وہ شخص گورنر نہ ہوتا تو کون اسے تحفہ دیتا؟ یونہی قاضی کو ہدیہ دینا سخت قبیح اور حرام ہے، وہ اس کا مالک بھی نہ ہوگا۔ [عمدة القاری شرح صحيح البخاری، ج: ۱۱، ص: ۴۰۷]

ربیعہ کہتے ہیں: ہدیہ سے بچو، اس لیے کہ ہدیہ رشوت کا زینہ ہے۔

[معین الحکام، ص: ۱۷، حاشیہ الرہونی، ج: ۷، ص: ۳۱۳]

بعض کہتے ہیں کہ ہدیہ حکمت کے نور کو بجھا دیتا ہے۔ [معین الحکام، ص: ۱۷، حاشیہ الرہونی، ج: ۷، ص: ۳۱۰] اور یہ رشوت کی

شباہت اپنے اندر رکھتا ہے۔ [حاشیہ الرہونی، ج: ۷، ص: ۳۱۰]

ان وجوہات کے تحت مذکورہ بالا صورتوں میں ہدیہ دینا رشوت کی طرح حرام ہوگا، پھر افراد اور ان کے سپرد ذمہ داریوں میں فرق ہونے کی وجہ سے ان کے رشوت لینے میں بھی نمایاں تفاوت ہوتا ہے۔ اس لیے ذیل میں ہم بعض اہم منصب اور ذمہ داریوں کو مفصل بیان کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اس کی وضاحت بھی کرتے چلیں گے کہ کون سا ہدیہ کس وقت رشوت کے حکم میں ہوگا؟ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱).....امام:

امام سے ہماری مراد مسلمانوں کا حاکم اور ان کا والی ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں حاکم کو ہدیہ کی اجازت درج ہے۔ [فتاویٰ ہندیہ، ج: ۳، ص: ۲۲۶]
لیکن ابن عابدین نے اپنے حاشیہ میں حاکم کے لیے ہدیہ کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ امام کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ امام سے مراد اگر جمعہ کا امام ہو تو وہ مستثنیٰ ہے اور اگر امام سے مراد والی ہو تو اس کو ہدیہ لینا حلال نہیں ہوگا۔ ابن عابدین نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا ہے کہ دلائل کے لحاظ سے یہی مناسب ہے۔ اس لیے کہ والی دیگر حکام کا سربراہ اور مملکت کا صدر نشین ہوتا ہے۔ اس کو پیشوا ہونے کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ لہذا اس کو تحفہ تحائف لینا حرام ہوگا۔

[حاشیہ ابن عابدین، ج: ۵، ص: ۳۳۷]
امام طبرانی نے کبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”امام کو تحفہ دینا خیانت ہے۔“ [کنز العمال، ج: ۶، ص: ۵۶۔ فیض القدیر، ج: ۶، ص: ۳۵۷]

ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: ”سلطان کو ہدیہ دینا انتہائی فتنہ حرام اور خیانت ہے۔“ [کنز العمال، ج: ۶، ص: ۵۶]
ابن جریر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: ”امراء کو ہدیہ دینا خیانت ہے۔“ [کنز العمال، ج: ۶، ص: ۵۸]

سابقہ احادیث سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ ہدیہ لینا، مال غنیمت سے خفیہ طور پر کچھ لینے کے مترادف ہے اور مال غنیمت سے خفیہ اور غیر شرعی طور پر کچھ لینا بالافتاق حرام ہے۔ [تفسیر القرطبی، ج: ۴، ص: ۲۶۰، حاشیہ الروہونی، ج: ۷، ص: ۳۱۱]

لہذا والی کا ہدیہ لینا بھی حرام ہوگا۔

لیکن اس سبب کے باوجود میری اپنی رائے یہ ہے کہ امام کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ اس کو جو ہدیہ مل رہا ہے، منصب یا ولایت کے تحت ہرگز ہرگز نہ مل رہا ہو، نہ ہی مقام یا منصب پر فائز ہونے کے نتیجہ میں کسی حاجت یا ضرورت پوری کرنے کی لالچ سے

دیا جا رہا ہو۔ یہ اسی لیے کہ سابقہ نصوص اور صراحتوں کی وجہ سے تحفہ کا لین دین اس لیے حرام ہے کہ اس منصب یا مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے انہیں تحفہ تحائف نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ ابن تین کی پیش کردہ سابقہ عبارت سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا جو ارشاد آگے آ رہا ہے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ رہے وہ تحفے جن کے اندر یہ علت نہ ہو، وہ اباحت کی اصل پر باقی رہیں گے، اور ان کا لینا اور ان کے بدلہ بہتر تحفہ دینا مباح اور جائز ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ بھی تحفہ تحائف صرف ان لوگوں سے قبول فرماتے تھے۔ جن کی بابت خوش دلی سے دینے کا آپ کو کامل یقین ہوتا تھا اور آپ اچھی طرح یہ جانتے تھے کہ اس تحفہ کے پیچھے کوئی دنیاوی غرض مضمّن نہیں ہے۔ پھر اس سبب کے بعد آپ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ جواب میں اس سے کئی گنا زیادہ تحفے عنایت فرمایا کرتے تھے۔ [الروض النضیر، ج: ۴، ص: ۱۱۹]
لیکن اگر کسی منصب کے حصول، یا موجودہ یا آئندہ کی ضرورت کے تحت ہدیہ دیا جائے تو یہ جائز نہیں ہوگا۔ نہ ہی کسی حال میں اس کا قبول کرنا درست ہوگا۔ اس کی دلیل سابقہ احادیث ہے جن سے صراحت کے ساتھ حرمت ثابت ہوتی ہے۔ کیوں کہ ان صورتوں میں خاص ولایت اور اس کے متعلقات پر فائز ہونے کی وجہ سے ہی تحفہ تحائف کا لین دین ہوا کرتا ہے۔

اور جن صورتوں میں حضور اکرم ﷺ نے تحفہ لیا، ان سے کوئی شخص حجت نہیں پکڑ سکتا۔ اس کی وجہ بھی ہم نے پہلے ذکر کی، کہ آپ کی ذات سے کسی قسم کی کجی یا زیادتی کی طرف میلان کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ جب کہ دوسرے ہدیہ قبول کرنے والوں سے اس کا قوی اندیشہ ہے۔

[الروض النضیر، ج: ۴، ص: ۱۱۹]

یہی وہ خوف تھا، جس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جیسے بیدار مغز خلیفہ کو تحفہ تحائف واپس کرنے پر مجبور کیا تھا۔ جب آپ سے کہا گیا کہ نبی کریم ﷺ تحفہ قبول فرماتے تھے! تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا، وہ آپ کے لیے تحفہ ہوتا تھا۔ لیکن ہمارے لیے رشوت ہے۔ اس لیے بھی کہ یہ تحفہ مقام نبوت پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ کو ملتا تھا۔ والی ہونے کی وجہ سے نہیں اور ہمیں محض والی ہونے کی بنا پر تحفہ ملتا

لیے کہ پیشتر بھی ان میں ہدیہ کا لین دین جاری تھا۔ [المغنی والشرح الکبیر، ج: ۱۱، ص: ۴۳۷]

یہ ایک رہی، لیکن اس سب کے باوجود علاء الدین طرابلسی کی رائے یہ ہے کہ قاضی کو مطلق تحفہ تخائف لینے سے گریز کرنا چاہیے۔ کیوں کہ تحفہ قبول کرنے پر لینے والا دینے والے سے لازماً نرم روی اور سیر چشمی کا برتاؤ کرتا ہے جس کا خمیازہ قاضی کو بھگتنا پڑتا ہے اور بگاڑ سے بچنا اس کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ [معین الحکام، ص: ۱۷]

کیوں کہ مذکورہ بالا افراد کے علاوہ دیگر افراد سے قاضی کو تحفہ قبول کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ وہاں تہمت کا اندیشہ ہے۔ اور ہدیہ دینے والا جب پہلے سے تحفہ تخائف نہیں دیتا تھا بلکہ ابھی ابھی دینا شروع کیا ہے۔ تو لامحالہ اس کی کوئی غرض ضرور ہوگی، اور غرض اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ وہ کسی باطل مقاصد کے لیے اس کی آڑ لینا چاہتا ہے یا اس لین دین کے ذریعہ وہ کسی چیز پر اپنا حق جملنا چاہتا ہے اور یہ تمام چیزیں کھلم کھلا حرام ہیں۔ [عون المعبود شرح سنن ابوداؤد، ج: ۹، ص: ۴۹۸]

اور ادنیٰ ترین مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شخص مذکور قاضی کی مصاحبت سے لوگوں میں شہرت اور نام آوری چاہتا ہے تاکہ لوگ اس کی تعظیم کریں۔ اس کی باتوں کو خاطر میں لائیں اور اس مقصد کے حاصل ہونے کے بعد وہ یہ ضرور چاہے گا کہ اپنے مقابل پر غلبہ پائے، یا ان مطالبات سے محفوظ رہے، جن کا تقاضا لوگ اس سے کر سکتے ہیں۔ کیوں کہ اس طرح لوگ اس سے خوف کھائیں گے، حق دار کو جھک ہوگی اور جنہیں اس شخص سے کوئی اندیشہ نہیں ہوتا تھا، اب انہیں زبردست خطرات لاحق ہوں گے جو حشر ان چیزوں کا ہوتا ہے۔ بعینہ یہی انجام رشوت کا ہوتا ہے۔ اس لیے اپنے دین کی حفاظت کے خواہاں حاکم کو اس سے بچنا چاہیے۔ خصوصاً جسے اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے کا ڈر ہو اس شخص کو منصب قضا پر فائز ہونے کے بعد تحفہ تخائف قبول کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے کیوں کہ اس کا یہ احسان جب تک پیش نظر ہوگا، طبیعت میں اس کا اثر موجزن ہوگا اور احسان کرنے والے کی طرف سے دل میں الفت اور محبت بڑھے گی اور جب قاضی کے سامنے اس پر یہ احسان

ہے۔ [معین الحکام، ص: ۱۷]

اس کو امام بخاری نے نقل کیا ہے۔ [حاشیہ الرہونی، ج: ۷، ص: ۳۱۲]

بادشاہوں کے تحفہ تخائف کی بابت حضرت طاؤس سے پوچھا گیا، تو آپ نے کہا ”حرام ہے“ حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بادشاہوں کے تحفے خیانت ہوتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ گورنروں کے تحفے اول تو قبول نہیں کرتے تھے، اور اگر قبول بھی فرماتے تو اسے بیت المال میں داخل فرما دیتے تھے، کوئی کہتا کہ رسول خدا ﷺ تحفہ قبول کرتے تھے، تو آپ جواب دیتے کہ آپ کے وقت میں وہ ہدیہ ہوتا تھا۔ لیکن آج رشوت ہے۔

[حاشیہ الرہونی، ج: ۷، ص: ۳۱۲]

(۲).....قاضی:

قاضی اس شخص سے ہدیہ قبول کر سکتا ہے جس کا کوئی تنازعہ اس کی عدالت میں دائر نہ ہو اور منصب قضا پر فائز ہونے سے پہلے بھی قربت داری کی وجہ سے ان کے درمیان تحفہ تخائف کا تبادلہ ہوا کرتا تھا، جیسے ذی رحم محرم نے تحفہ دیا ہو۔ اس سے تحفہ لینا اس کے لیے درست ہے کہ اس قربت داری کے ہوتے ہوئے قاضی اس کے حق میں فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح دوستانہ تحفہ بھی درست ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ منصب قضا پر فائز ہونے سے پہلے اس کو جتنا ہدیہ دیتا تھا اس سے زائد نہ دینے لگا ہو۔ [الفتاویٰ الہندیہ، ج: ۳، ص: ۲۲۶۔ حاشیہ الرہونی، ج: ۷، ص: ۳۱۱]

اسی طرح قاضی، والی سلطنت سے تحفہ لے سکتا ہے، جس نے اس کو والی بنایا اور خود اس کا کوئی مقدمہ اس کی عدالت میں دائر نہیں ہے، یا مقدمہ دائر تھا۔ لیکن پیشتر ہی اس نے اس کا فیصلہ سنا دیا تھا۔

[الفتاویٰ الہندیہ، ج: ۳، ص: ۲۲۶]

ان صورتوں میں تحفہ تخائف کا لین دین اس لیے درست ہے کہ ہدیہ دینے میں سر دست کسی تہمت کا در نہیں ہے۔ کیوں کہ ڈر اس کے میلان طبع، یا دائر تنازعہ کا وجہ سے ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں اس وقت مفقود ہیں۔ [کشاف القناع عن متن الاقناع، ج: ۶، ص: ۳۱۷] نیز اس

حرام و حلال یک جا ہو جائے۔ [حاشیہ الدسوقی، ج: ۴، ص: ۱۶۵]
شافعیہ کے نزدیک اگر یہ نہ معلوم ہو سکے کہ پہلے کتنا دیا کرتا تھا اور بعد
میں کس قدر مقدار کا اضافہ کیا تو سارا کا سارا تحفہ حرام ہوگا۔ [نہایۃ
المحتاج شرح المنہاج، ج: ۸، ص: ۹۵]

(د)..... والی کا تحفہ جس نے خود قاضی مذکور کو منصب قضا پر فائز کیا
اور اس کا کوئی مقدمہ زیر سماعت ہے جس کا اب تک فیصلہ نہیں سنایا گیا۔
[الفتاویٰ الہندیہ، ج: ۳، ص: ۲۲۶]
(ه)..... ایسے شخص کا تحفہ جو اسے اس لیے تحفہ دیتا ہے کہ وہ
منصب قضا پر فائز ہے اگر وہ قاضی نہ ہوتا تو اسے ہرگز تحفہ نہ دیتا۔

[حاشیہ ابن عابدین، ج: ۵، ص: ۲۷۳]
ان تمام صورتوں میں ہدیہ نا قابل قبول ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر
قاضی نے اسے قبول کیا تو اس پر جادۃ انصاف سے مڑ جانے کا الزام
عائد ہوگا۔ [الروض النضیر، ج: ۴، ص: ۱۱۹]
نیز ان صورتوں میں اغلب یہی ہے کہ تحفہ دے کر دل کو اپنی طرف
منعطف کیا جا رہا ہے تاکہ فیصلہ میں اس کے ساتھ جانب داری اور
رقابت برتی جائے اور یہ صورت بعینہ رشوت کے مشابہ ہے۔ [المغنی
والشرح الكبير، ج: ۱۱، ص: ۴۳۶]

(۳)..... مفتی کو ہدیہ:

اگر کوئی شخص مفتی کو اس کے علم و معرفت اور نیکو کاری کے سبب
الفت و محبت کے لیے تحفہ دیتا ہے تو یہ جائز ہے۔ لیکن اگر کسی دنیاوی غرض
کے لیے تحفہ دیتا ہے جیسے اس نے اپنے فریق مخالف کے خلاف قاضی کی
عدالت میں ایک مقدمہ دائر کر رکھا ہے اور چاہتا ہے کہ مفتی مذکور اس سلسلے
میں اس کی مدد کرے۔ اس غرض سے اگر تحفہ تحائف اس کے حوالہ کرے تو
مفتی کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں ہوگا۔ اسی طرح فتویٰ میں کسی قسم کی
رعایت کرنے کے لیے بھی تحفہ لینا جائز نہیں ہوگا۔ [حاشیہ ابن عابدین،
ج: ۸، ص: ۳۷۳۔ نہایۃ المحتاج شرح المنہاج، ج: ۸، ص: ۹۶]

(۴)..... واعظ اور مدرس کو تحفہ:

واعظ اور مدرس تحفہ تحائف قبول کر سکتے ہیں، بشرطیکہ انہیں یہ تحفہ علم
و دوستی اور نیکو کاری پر دیا جائے اور وہ اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام

دھرنے والے اور اس کا فریق دونوں آئیں گے تو فطری طور پر قاضی کا
دل اس کے احسان کی طرف متوجہ ہوگا اور اس کے نتیجے میں حق اور
صداقت سے اس کا دل ہٹ کر اسی کی طرف مائل ہوگا اور لطف یہ کہ یہ
انقلاب اس طرح آپ سے آپ رونما ہوگا کہ بے چارے قاضی کو اس کا
احساس تک نہ ہوگا۔ بلکہ وہ بھی خیال کرے گا کہ احسان کرنے والے
کے احسان نے اس کے دل میں کوئی اثر نہیں کیا۔ اس لیے اس سے کوئی
قصور سرزد نہیں ہوا اور یہ واقعہ ہے کہ اس صورت میں ہدیہ نے جو گل
کھلائے، رشوت بھی اس سے زیادہ اثر نہیں دکھاتی۔ [عون المعبود شرح
سنن ابو داؤد، ج: ۹، ص: ۴۹۸]

ذیل میں ہم بعض ایسی صورتیں پیش کرتے ہیں جن میں تحفہ تحائف
رشوت کے ہم رنگ اثرات چھوڑ جاتے ہیں۔
(الف)..... ایسے شخص کا تحفہ جس کا کوئی مقدمہ اس قاضی کی
عدالت میں دائر ہو، خواہ یہ شخص منصب قضا پر فائز ہونے سے پیشتر قاضی
کو تحفہ دیا کرتا تھا، یا نہیں دیتا تھا۔ خواہ دونوں میں کوئی رشتہ داری ہو، یا نہ
ہو۔ [الفتاویٰ الہندیہ، ج: ۳، ص: ۲۲۶]
(ب)..... ایسے شخص کا تحفہ جس کا کوئی مقدمہ عدالت میں دائر تو
نہیں لیکن قضا سے پیشتر باہم تحفہ کا لین دین بھی نہیں تھا۔

[الفتاویٰ الہندیہ، ج: ۸، ص: ۹۵]
(ج)..... اس شخص کا تحفہ جس کا کوئی مقدمہ زیر سماعت نہیں۔
البتہ ان کے درمیان باہم ہدیہ کا لین دین تھا لیکن منصب قضا کے بعد اس
کا سلسلہ شروع ہوا اور قضا پر فائز ہونے سے اس کو جتنا دیتا تھا۔ اب اس
میں اضافہ کیا گیا، لہذا جتنا اضافہ کیا گیا، وہ جائز نہیں ہوگا۔

[الفتاویٰ الہندیہ، ج: ۳، ص: ۲۲۶]
البتہ بذوی نے اس قدر زائد تحفہ کی اجازت دی ہے جتنا کہ اس
شخص کی دولت میں پہلے سے اب اضافہ ہوا لیکن اگر دینے والا اپنی مالی
حیثیت سے بڑھ کر تحفہ دینے لگے تو اس کا قبول کرنا جائز نہیں ہوگا۔

[الفتاویٰ الہندیہ، ج: ۳، ص: ۲۲۶]
مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ زائد ہی نہیں، بلکہ جملہ تحائف حرام ہوں
گے۔ انہوں نے اس صورت کو ایسے سودے پر قیاس کیا ہے جس میں

دیتے ہوں۔ اس قسم کا تحفہ درحقیقت ان کے اکرام و اعزاز کا باعث ہوا کرتا ہے۔ [حاشیہ ابن عابدین، ج: ۵، ص: ۳۷۳۔ نہایۃ المحتاج، ج: ۸، ص: ۹۶]

اور اگر وہ اپنے فرائض میں پہلے سے کوتاہ ہیں اور انہیں تحفہ اس لیے دیا جاتا ہے تاکہ وہ چاق و چوبند ہو کر اپنا فرض انجام دیں، یا انہیں اس لیے تحفہ دیا جاتا ہے تاکہ وہ انہیں کامیاب کرنے میں ان کی مدد کریں، یا انہیں امتیازی نمبرات دیں یا مدرس خصوصی اسباق (ٹیوشن) لیتا ہے، جس میں شرکت کامیابی یا درجے میں ترقی کا سبب بنتی ہے۔ اس سلسلے کے تحائف جائز نہیں ہیں۔

اور بعض طلباء جو اپنے اساتذہ کو ان کے خصوصی درس (ٹیوشن) پر تحفہ دیا کرتے ہیں۔ میری نگاہ میں یہ تحفے بھی درپردہ رشوت ہیں اس لیے کہ بعض اساتذہ بچوں کو کامیابی یا امتیازی نمبرات اسی وقت دیتے ہیں جب کہ یہ بچے ان کے خصوصی درس (ٹیوشن) میں حاضر رہے ہوں۔ بعض طلباء یہ سب ہتھکنڈے جانتے ہیں اس لیے وہ اپنے اساتذہ کی حسب خواہش اس سلسلے میں پیش قدمی کرتے ہیں اور بعض تو اساتذہ کو ان کے حق سے زائد دے دیا کرتے ہیں۔ یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ تحفے تحائف بھی درپردہ رشوت ہیں۔

ملازمت کے تحت کام کرانا:

کسی شخص کو کوئی کام دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ایک ذمہ داری سونپی گئی، اور ذمہ داری یا فرض منصبی کی انجام دہی پر ہدیہ یا تحفہ تحائف وصول کرنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ کوئی عامل اور گورنر ہو، جو مسلمانوں کے صیغوں اور معاملات کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ [عمدۃ القاری

شرح صحیح البخاری، ج: ۱۱، ص: ۴۰۵ قدرے تصرف کے ساتھ]

یا اس کے علاوہ ذمہ داری اس کے سپرد ہو، نیز اس کی ذمہ داری اس قسم کی ہو کہ اس کا وقار اسی ذمہ داری کا مرہون منت ہو اور اگر وہ ذمہ داری اسے حاصل نہ ہو تو اسے کوئی پوچھنے کے لیے تیار نہ ہو۔ اس صورت میں اس کا تحفہ لینا رشوت ہوگا جو ہدیہ کا روپ لیے ہوگی۔

[حاشیہ الرہونی، ج: ۷، ص: ۳۱۳]

لہذا اس سے اور ہر عیب اور داغ دار کرنے والی چیزوں سے پرہیز

کرنا ضروری ہے تاکہ ہم مسلمانوں کی کارگزاری بے داغ اور نمایاں ہو امانت داری، پرہیزگاری تقویٰ اور طہارت ہمارا شعار اور طرۃ امتیاز ہو اور اس طرح حق داروں کے حقوق میں موزونیت اور یکسانیت جاگ رہی ہو اور اگر اس کے برخلاف کامگاروں اور کارگزاروں نے تحفہ تحائف کی لت ڈال لی تو یہ دراصل حرام رشوت لینے کا ایک ذریعہ ہوگا۔ اس لیے کہ اگر ہم ان تحائف کے اسباب اور وجوہ کی تلاش کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہدیہ دینے والا صرف اپنا مطلب نکالنا چاہتا ہے اور اپنے مفاد اور مصلحت کے لیے ہی کوشاں ہے۔ اس تحفہ کے رشوت ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ کامگار رشوت لے کر بھی اس کے بدلہ میں اتنا ہی کرتا ہے جتنا اس کی ڈیوٹی اور فرض منصبی کے لحاظ سے اس کے ذمہ عائد ہوتا ہے۔ جس شخص نے اس کو اس کام پر مامور کیا وہ صرف انہیں فرض کی انجام دہی کو اس سے چاہتا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ جو چیز اس پر پہلے سے فرض ہو، خاص اس کی ادائیگی کے لیے تحفہ یا ہدیہ وصول کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

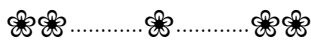
اور چوں کہ ہدیہ لینے سے مسلسل ممانعت اس لیے ہے کہ تحفہ لے کر والی انصاف سے ہٹ جائے گا تو اگر اس سے بڑا والی تحفہ وصول کرے تو اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ اس کے لینے میں کسی قسم کا شک و گمان نہ ہوگا۔ [حاشیہ ابن عابدین، ج: ۵،

ص: ۳۷۳، ۳۷۴ قدرے تصرف کے ساتھ]

اسی طرح اس کوئی تہمت بھی عائد نہیں ہوگی، اس لیے کہ حکام آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کسی رعایت یا تحفہ کے بغیر بھی ہمدردی کرتے ہیں اور مرکزی اثر و رسوخ اور بالائی دباؤ سے ان کے کام انجام دیتے ہیں۔ [الاصول القضائیہ فی المرافعات الشرعیہ لعلی قراعہ،

ص: ۳۲۹]

کسی ملازم کو تحفہ لینا اسی وقت جائز ہوگا۔ جن حالات میں قاضی کو تحفہ لینے کی اجازت حاصل ہے۔ اس لیے کہ جب قضا جیسے اہم منصب پر فائز ہونے والے کے لیے تحفہ تحائف کی اجازت ہے تو عام ملازم کو تحفہ کو وصول یا بی بدرجہ اولیٰ جائز ہوگی۔ [جاری ہے]



مخلوط معاشرہ

امام عبدالمصیب

مخلوط معاشرے سے مراد:

جب ہم مخلوط معاشرہ کہتے ہیں تو اس سے تصور میں یہ نقشہ ابھرتا ہے کہ ایک ایسا معاشرہ جس میں اجنبی مرد اور عورت جن میں حرمت کا کوئی رشتہ نہ ہو وہ بلا جھجک ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اپنی زندگی کے فرائض انجام دیں اور اجتماعات و تقریبات میں مرد و عورت کی تمیز کے بغیر سب کو ایک ہی جگہ پر بٹھایا جائے، ایک ساتھ مجوزہ امور انجام دیئے جائیں، ایک ساتھ کھانا کھایا جائے، ایک ساتھ تفریح کی جائے، ایک ساتھ نشست و برخاست رکھی جائے۔

مخلوط معاشرے کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟ یہ جاننا ایک مشکل امر ہے، لیکن ہمیں اس دعوے میں کوئی اشتباہ اور باک نہیں ہے کہ اس کی ابتداء ان معاشروں میں ہوئی جن میں الہامی تعلیمات سے انتہائی زیادہ روگردانی کے جراثیم پھیل گئے اور انہوں نے الہامی تعلیمات کے برعکس ہر کام انجام دینا اپنے اوپر لازم کر لیا۔

مخلوط معاشرے کے مقابلے میں کوئی خاص اصطلاح غالباً ہمارے یہاں اس لیے مروج نہیں ہے کہ اجنبی مرد و عورت کے درمیان باہم جھجک، حیا اور حجاب کی آڑ آغا ز آدم ہی سے موجود رہی ہے اور آج بھی اس حجاب اور جھجک کو ایک مستحسن امر اور معروف چلن کا اعزاز حاصل ہے۔ جب ہم اجنبی مرد و عورت کے درمیان باہم حیا، جھجک اور حجاب کی آڑ میں تاریخ دیکھنا چاہتے ہیں تو تاریخی صفحات پر بڑے واضح الفاظ میں اس کا وجود باسعادت جگمگاتا ہوا نظر آتا ہے۔

قرآنی تاریخ اور مخلوط معاشرہ:

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو تخلیق آدم کے ارادے سے آگاہ

فرمایا، اور تخلیق کے بعد انہیں آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ ابلیس نے انکار کیا اور ملائکہ نے تعمیل ارشاد کی تو اس سارے وقفہ میں اور اس کی سرگشت بیان کرنے میں رب کریم نے کہیں بھی زوجہ آدم کا ذکر نہیں کیا۔ جس سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ زوجہ آدم ان تمام واردات ملائے اعلیٰ کے وقت یا تو کہیں کنج تنہائی میں حجاب نشین تھیں یا ابھی تک تخلیقی عمل سے گزری ہی نہیں تھیں۔ وجہ کوئی بھی ہو، رب کریم نے تو زوجہ آدم کے نام کو بھی صیغہ راز ہی میں رکھا جس سے معاشرتی زندگی میں خواتین سے متعلق یہ قاعدہ و ادب مستنبط ہوتا ہے کہ عورت کا صرف جسم ہی نہیں، نام بھی بلاوجہ اور بلا ضرورت منظر عام پر نہیں آنا چاہیے۔

انبیاء کی قرآنی تاریخ کے ساتھ ساتھ سفر کریں، آگے بڑھیں تو نوح علیہ السلام کی بیوی جو کافر تھی اس کا بھی تذکرہ نام کی بجائے امراۃ نوح ہی کے الفاظ میں ملتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کے ہدایت یاب گھر میں جب فرشتے انسانی شکل میں تشریف لائے تو اس وقت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں سوائے ان کی زوجہ محترمہ کے اور کوئی بھی نہیں تھا۔ تب فرشتوں نے سلام کرتے ہوئے جو انداز اپنایا وہ دنیا کے ہر اجنبی مرد کے لیے کسی اجنبی گھر میں داخلے کے وقت کی بہترین تعلیم دیتا ہے۔ فرشتوں نے کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ يَا اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ۔

اس انداز بیان میں کس درجہ ادب اور احترام پایا جاتا ہے۔ اس کی کیفیت کو وہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں جو عربی زبان، محاورات نیز عورت کے احترام اور حفظ مراتب کو خود بھی نگاہ میں رکھنے والے ہیں۔

فرشتوں کے سامنے ابراہیم نے انہیں اجنبی مہمان سمجھ کر کھانا لاکر

موسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے، ایک قبطی کا آپ کے ہاتھوں قتل ہو گیا تو آپ مدین کی طرف بھاگ نکلے، مدین شہر کے باہر ایک درخت کے نیچے بیٹھے، شام ہونے کو تھی، سامنے کنوئیں پر شہر کے لوگ اپنی اپنی بکریوں کو پانی پلانے میں مصروف تھے اور یہ تمام لوگ چرواہے یعنی مرد تھے۔ چرواہوں کے اس ہجوم سے دور ایک طرف دو لڑکیاں اپنی بکریوں کو روکے ہوئے کھڑی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام کو یہ منظر یقیناً بہت اچھا لگا، نبی کے قلب اطہر نے محسوس کیا کہ مردوں سے ہٹ کر کھڑی ہونے والی لڑکیاں یقیناً کسی باحیا، باحجاب اور الہامی تعلیمات سے آشنا گھرانے کی بیٹیاں ہیں۔ شرفاء کی بچیوں کی یہ پہچان ہے کہ وہ غیر مردوں میں گھلنے ملنے اور ان کے ساتھ بلا جھجک اپنا کوئی کام کرنے یا ان سے گفتگو کرنے سے دور رہتی ہیں۔ یقیناً یہ لڑکیاں کسی مجبوری کی بنا پر ہی گھر سے نکلی ہوں گی۔ اہل مدین کس قدر خود غرض..... سخت دل..... انسانی ہمداری سے عاری..... اور مروت سے دور ہیں جنہوں نے یہ نہیں سوچا کہ ان باحیا، کم زور، مجبور اور کم عمر بچیوں کی بکریوں کو پانی پلا کر انہیں بجائے اس کے کہ وہ یہاں جھجک اور تکلیف کے ساتھ کھڑی رہیں گھر جانے میں مدد دی جائے۔

یقیناً موسیٰ علیہ السلام کے دل میں کچھ اسی قسم کا مدو جزر پیدا ہوا ہوگا؟ وہ اٹھے اور لڑکیوں سے معقول طریقے سے بات کی اور ان کی بکریوں کو پانی پلایا اور لڑکیاں خلاف معمول جلدی اپنے گھر چلی گئیں۔ وہ بچیاں الہامی تعلیم اور آداب سے آشنا تھیں، ان کا باپ اللہ تعالیٰ کا ایک نیک بندہ تھا جس نے اپنی بچیوں کو علم و عمل سے سنوارا ہوا تھا۔ بچیوں نے بھی موسیٰ علیہ السلام کو بے خدا اور بے حجاب معاشرے کے مردوں سے الگ تھلگ قسم کا مرد محسوس کیا۔ یقیناً اس دور میں اور اس شہر میں الہامی تعلیم اور آداب سے آراستہ لوگ کم یا ب ہی نہیں بلکہ نایاب ہو چکے تھے۔ آج اپنا ہی ہم فکر اور ہم مشرب آدمی دیکھ کر انہوں نے اپنے باپ سے اس عظیم اخلاق کے حامل شخص کا ذکر کیا۔ باپ نے فوراً موسیٰ علیہ السلام کو بلا بھیجا۔ لڑکا تو کوئی تھا نہیں اور نہ ہی کوئی ملازم اور نہ خود شیخ کبیر اس قابل تھے کہ خود چل کر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرتے۔ ناچار اپنی بیٹی ہی کو

رکھا تو فرشتوں نے کھانے کو ہاتھ نہ لگایا۔ ابراہیم علیہ السلام نے کچھ خوف محسوس کیا تو انہوں نے اپنی آمد کا مقصد بتاتے ہوئے فرمایا: ہم اس قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں جو گناہوں میں پڑی ہوئی ہے تاکہ ان پر پتھروں کی بارش کریں۔

قرآنی انداز سے پتا چلتا ہے کہ ان اجنبی مرد مہمانوں کو جب کھانا پیش کیا گیا تو خاتون خانہ دسترخوان پر نہیں تھیں بلکہ وہ کہیں پس پردہ ہی تھیں اور جب ان مہمانوں نے بیٹے کی ولادت کی خوش خبری دی تو انہوں نے پس پردہ ہی یہ الفاظ کہے تھے:

﴿فَأَقْصِبْ أَمْرَآئَهُ فِي صَرَوفٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ

عَجُوزٌ عَقِيمٌ﴾ [الذاریات: ۲۹]

”اس (ابراہیم) کی بیوی چلاتی ہوئی آئیں اور دو ہنٹر مار کر کہنے لگیں ایک تو بڑھیا اور (دوسرے) بانجھ۔“

لوط علیہ السلام کی بیوی بھی کافرہ تھیں اور اپنے کافر رشتہ داروں کی ہم نوائی کو اپنے نبی شوہر کے مقابلے میں ترجیح دیتی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس عورت کا ذکر بھی نہیں کیا۔

ہمیں قرآن عزیز میں ایک ایسی خاتون کا ذکر بھی ملتا ہے جس کا اللہ پر توکل اس قدر تھا کہ اس نے اپنے نومولود بیٹے کو صندوق میں ڈال کر دریا کی لہروں پر بہا دیا۔ قرآنی اسلوب ہی سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ اس جلیل القدر خاتون کی طرف رب کریم نے وحی کی تھی۔ یعنی ان کے دل میں اپنی طرف سے یہ خیال القاء کیا تھا کہ وہ اپنے بچے کو صندوق میں ڈال کر دریا میں بہا دیں۔

اللہ تعالیٰ کی معیت، نصرت اور تائید قدم بہ قدم اس عظیم خاتون کو حاصل تھی۔ تبھی تو رب کریم نے دوبارہ نومولود بچے کو رضاعت کے لیے واپس ان کی گود میں بھیج دیا۔ [القصص: ۷]

اس تمام رفعت مقام کے باوجود یہ عظیم خاتون ام موسیٰ کے نام ہی سے متعارف کروائی گئیں، ان کا نام نہیں لیا گیا۔ اس واقعے میں اخت موسیٰ کا بھی ذکر ہے لیکن وہ بھی بغیر نام ہی کے۔

انہیں بلانے بھیجا۔ بی بی موسیٰ علیہا السلام کو بلانے آئی لیکن کس وقار اور حیا کے ساتھ! اس پر قرآن حکیم ہی کی شہادت تام کافی ہے:

﴿فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ ۖ﴾

”ان دونوں میں سے ایک حیا کے ساتھ چلتی ہوئی اس (موسیٰ)

کے پاس آئی۔“ [الفصص: ۲۵]

فرعون کی بیوی جس کے گھر میں موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں بہتے صندوق سے نکالنے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے سکونت عطا کی وہ بھی مومنہ خاتون تھیں۔ قرآن حکیم ہی ہمیں بتاتا ہے کہ وہ فرعون کے کفر، اس کے دعویٰ ربوبیت اور مظالم سے سخت نالاں تھیں، اور یہ دعا کیا کرتی تھیں:

﴿رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ

وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ﴾ [التحریم: ۱۱]

”اے میرے رب! میرے لیے جنت میں اپنے پاس ایک گھر

بنا اور مجھے فرعون اور اس کے برے اعمال سے نجات دے اور

ظالم لوگوں کے ہاتھ سے مجھ کو نجات عطا کر۔“

لیکن اس خاتون کا ذکر بھی نام کے ساتھ نہیں بلکہ امراۃ فرعون کے ساتھ آیا ہے۔

مندرجہ ذیل حدیث میں ان کی فضیلت حیثیت مرتبہ کا ذکر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زمین پر چار خطوط کھینچے۔ پھر فرمایا: تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

افضل النساء اهل الجنة خديجة بنت خويلد

وفاطمة بنت محمد وآسية بنت مزاحم امرأة

فرعون ومريم ابنة عمران - [مسند احمد،

رقم: ۲۶۶۸، ۲۳۲/۴۔] یثمی نے کہا اسے ابو یعلیٰ اور طبرانی نے

روایت کیا۔ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔]

”جنتی عورتوں میں سب سے زیادہ فضیلت والی عورتیں خدیجہ

بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد (ﷺ)، آسیہ بنت مزاحم فرعون کی

بیوی اور مریم بنت عمران ہیں۔“

قرآن حکیم میں صرف ایک خاتون کا نام ملتا ہے اور وہ مریم علیہا السلام ہیں۔ ان کی والدہ کا امراۃ عمران کے تعارف کے ساتھ ذکر ہے۔ انہوں نے دعا مانگی تھی کہ جو کچھ میرے بطن میں ہے وہ رب کریم کے لیے وقف ہوگا لیکن یہ کیا؟ وضع حمل ہوا تو وہ لڑکی تھی اور لیس الذکر کا لائچی ”اور نہیں ہوتا لڑکا لڑکی کی طرح۔“

اور پھر انہوں نے کہا:

﴿إِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ

الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ [آل عمران: ۳۶]

”میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولاد

کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔“

یہ بیت المقدس کے متولین اور خادمین کے سپرد کردی گئیں تاکہ نذر پوری کی جاسکے۔ کفالت کے لیے زکریا علیہ السلام کا نام قرعہ میں نکلا تو زکریا علیہ السلام بھی نبی تھے وہ جانتے تھے کہ عورت کا اجنبی مردوں میں رہنا یا ان کے سامنے آنا درست نہیں۔ چنانچہ انہوں نے مریم علیہا السلام کے لیے الگ حجرہ بنا دیا جس میں ننھی مریم ہمہ وقت مصروف عبادت رہتی۔ عبادت میں مصروف رہتے رہتے اسی حجرہ میں جوانی کو پہنچیں۔ ہمیں اس بات کا کوئی ثبوت اور اشارہ قرآن حکیم کے اسلوب بیان سے نہیں ملتا کہ وہ مردوں میں جاتی یا ان میں بیٹھ کر الہامی تعلیمات سنتی یا سنانے کا کام کرتی تھیں، بلکہ جو بات مترشح ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ وہ مردوں کے سامنے نہ تو آتی تھیں، نہ تنہا ان سے میل ملاقات رکھتی تھیں سوائے زکریا علیہ السلام کے جو ان کے خالوتھے اور اتنے بوڑھے ہو چکے تھے کہ ان کے اپنے بیان کے مطابق:

﴿إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاسْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا﴾

[مریم: ۴]

”میری ہڈیاں بڑھاپے کے سبب کمزور ہو گئیں اور سر بڑھاپے

(سفید بالوں) کی وجہ سے شعلے مارنے لگا۔“

”عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی تھی اور اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے ہم دیکھتی ہیں کہ وہ صریح گمراہی میں ہے۔“

لیکن مخلوط اطوار اور لادین، حیا بیزار، معاشرے کی اس عورت نے بڑی ڈھٹائی سے انہیں بھی اپنے اس گناہ میں شامل کرنے کے لیے بلالیا اور ہم اس واقعے کو آخر تک یہ دیکھتے ہیں کہ اس عورت کو اپنے کیے پر کوئی ندامت یا ملال بھی نہیں ہوا کہ یہی مخلوط معاشرے اور لادین معاشرے کی روایت ہے۔

ادھر وہ رب کریم، اللہ کا بندہ یوسف علیہ السلام اس قدر اس مخلوط معاشرے کی خباثت، بد باطنی پر نالاں ہوا کہ پکارا تھا:

﴿رَبِّ السَّجْنِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ۚ وَلَا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِنَ الْجَاهِلِينَ﴾

[یوسف: ۳۳]

”میرے پروردگار! جس کام کی طرف یہ (عورتیں) مجھے بلاتی ہیں اس کی نسبت مجھے قید پسند ہے اور اگر تو مجھ سے ان کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں داخل ہو جاؤں گا۔“

قرآنی تاریخ میں اجنبی مرد و عورت کے درمیان باحیا اور باحجاب معاشرے کے نقوش کا تسلسل دیکھتے ہوئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ باحیا اور باحجاب معاشرہ ہی فطری معاشرہ ہے۔ یہی رب العالمین کا پسندیدہ معاشرہ ہے اور دنیا کا ہر معقول اور صائب الرائے شخص اسی کے حق میں گواہی دیتا ہے۔

دورِ حاضر میں مخلوط معاشرے کی وبا:

دورِ حاضر میں مخلوط معاشرہ انتہائی خطرناک صورت اختیار کر چکا ہے۔ اس کا آغاز یورپ کے مادر پدر آزاد حیوانی معاشرے میں ہوا اور گزشتہ اڑھائی صدیوں میں بڑھتے بڑھتے اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے بارے میں کہا جاسکے کہ وہاں مرد و عورت کے درمیان کوئی حیایا حجاب کی آڑ موجود ہے۔ یورپ سے اس

بڑھائے کی حالت کو پہنچ چکے تھے۔ لہذا شرعاً ان سے رشتے، عمر اور نبی ہونے کی وجہ سے، نیز مریم کی کم عمری کی وجہ سے حجاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

غرض یہ کہ قرآن حکیم میں الہامی تعلیمات سے آراستہ جن جن خواتین کا ذکر آیا ہے اس سے ہمیں ایک ایسے معاشرے ہی کی تائید ملتی ہے جس میں اجنبی مرد و عورت حیا اور حجاب کے ساتھ رہتے تھے۔ دورِ حاضر کے مخلوط معاشرے کی طرح کھانے میں، تقریبات میں، دفاتر میں، سفر میں، تعلیم حاصل کرنے میں غرض کسی بھی جگہ پر باہم خلط ملط نہیں ہوتے تھے۔

رہے وہ معاشرے جو انبیاء کی تعلیمات سے ناواقف تھے یا اس تعلیم کے کھلم کھلا مخالف اور دشمن تھے، ان میں مخلوط معاشرے، بے جابی اور بدکاری جیسے قبیح جرائم موجود تھے۔

ہمیں یہ فرق اس وقت واضح نظر آتا ہے جب ہم ایک طرف یہ دیکھتے ہیں کہ مریم علیہا السلام کو زکریا علیہ السلام کی کفالت میں دیا گیا تو یہاں قلبی طہارت، حیا اور پاکیزگی کا یہ عالم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَرْيَمُ ابْنَتْ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتِبَ عَلَيْهَا مِنَ الْقَنَاتِ﴾ [التحریم: ۱۲]

”اور عمران کی بیٹی مریم کی جنہوں نے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور وہ اپنے رب کے کلام اور اس کی کتابوں کو برحق سمجھتی تھیں اور فرماں برداروں میں سے تھیں۔“

ادھر جب یوسف علیہ السلام کو ایک بے خدا، لادین، بے حجاب اور مخلوط معاشرے کی ایک اونچی سوسائٹی کی خاتون کی سپرد پرورش کے لیے کیا گیا تو اس کی خباثت نفس یہاں تک بڑھی کہ خود دروازے بند کر کے یوسف علیہ السلام کو دعوتِ گناہ دے ڈالی، گو عورتوں نے اس پر طعن بھی کسے کہ ﴿أَمْرًا تُعْزِزُ تَرَاوِدُ فَتَقَابَلَانِ عَنْ نَفْسِهِ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۚ إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ [یوسف: ۳۰]

کردیں۔ یہ ایک امر منکر ہی نہیں بلکہ اور بہت سی منکرات کا مجموعہ ہے۔
رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہم سب سے یہ تقاضا کرتا ہے:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ
فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ
الْإِيمَانِ - [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون

النهي عن المنكر من الایمان]

”جو بھی تم سے کسی منکر (برے اور ممنوع کام) کو دیکھے تو اسے
چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے تبدیل کر دے اور اگر اس کی
استطاعت نہیں رکھتا تو اپنی زبان سے (اسے روکے) اور اگر
اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا تو اپنے دل سے اور یہ ایمان
سے کمزور ترین درجہ ہے۔“ [جاری ہے]



کی موسوم بد بونے مشرق کی طرف سفر کیا اور رفتہ رفتہ اسے بھی اپنی لپیٹ
میں لے لیا حالاں کہ مشرق وہ خطہ ہے جس کی اقدار کو مشرقی اقدار کہہ کر
تعریف کی جاتی ہے اور اس کی اقدار میں حیا و حجاب ہی کو بنیادی حیثیت
حاصل رہی ہے۔ اس کا سبب شاید یہ بھی ہو کہ مشرق ہی وہ خطہ ہے جس
میں اسلامی ممالک کی تعداد سب سے زیادہ ہے اور انسانی معاشرے کا
آغاز بھی اسی کے ایک شہر مکہ مکرمہ سے ہوا۔

غیر مسلم معاشرے مشرق کے ہوں یا مغرب کے ان میں نہ تو
خوف آخرت پایا جاتا ہے نہ توحید کا اقرار۔ ان کی مذہبی رسومات
وروايات میں مخلوط معاشرہ کسی نہ کسی سطح پر ضرور پایا جاتا ہے لیکن
مسلمانوں کی زندگی میں مخلوط معاشرے کا درآنا ایک ایسا المیہ ہے جس پر
جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ اس المیہ پر رونے، کڑھنے اور آہیں
بھرنے کی بجائے یہ صورت حال اہل دردمسلمانوں سے یہ تقاضا کرتی
ہے کہ وہ مخلوط معاشرے کی روک تھام کے لیے اپنی پوری کوشش صرف

جماعتی خبریں

دارالحدیث راجوال کا اعزاز: دارالحدیث راجوال ضلع اوکاڑا کے دو طلباء نے اس سال جمعیۃ تحفہ القرآن الکریم الخیریتہ ڈی جی خان کے منعقدہ مسابقہ
حفظ القرآن میں حصہ لیا۔ اس میں دارالحدیث کے ہونہار طالب علم اور مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کے نواسے قاری نعمان یونس نے چھٹی پوزیشن حاصل کی
ہے۔ قارئین طالب علموں کے لیے مزید کامیابیوں کی دعا فرمائیں۔ [عنایت اللہ امین (مدرس جامعہ)]

قلمی تعاون کی درخواست: جامعہ سلفیہ H/8 اسلام آباد کے درجہ ثامنہ کے طالب علم زین عرفان کو مولانا حافظ محمد اسماعیل ذبیح رحمہ اللہ (راولپنڈی) کے
بارے میں مقالے کے لیے معلومات درکار ہیں۔ احباب علم سے درخواست ہے کہ مولانا مرحوم کے متعلق کوئی واقعہ، خط و کتابت یا مضمون ہو تو برائے مہربانی
ارسال کر دیں۔ جزاکم اللہ خیراً [کلیم حسین شاہ۔ فون: 0332-5121738]

دعائے مغفرت: رانا عبدالستار جڑانہ والے بانی و متولی جامع مسجد اہل حدیث محمدی چک نمبر ۱۲۵ جنوبی سرگودھا بروز منگل ۲۴ شوال ۱۴۳۰ھ/۱۴ اکتوبر
۲۰۰۹ء بعد نماز ظہر بانو سہ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آپ مہمان نواز، ملنسار اور ہمدرد اور علماء اہل حدیث کے قدردان تھے۔
قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ ان کے لیے اللہ سے بخشش و رحمت کی دعا فرمائیں اور آپ کے دو بیٹوں محمد جمیل اور رانا محمد خلیل کے لیے صبر جمیل کی دعا
فرمائیں۔ [ابوالقاسم رانا محمد جمیل خاں (استاذ علوم شرقیہ) چک نمبر ۱۲ شمالی سلانوالی سرگودھا]

خطیب کی ضرورت ہے: ہمیں ایک اہل حدیث فصیح اللسان اور پنجابی زبان میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمانے والے عالم دین خطیب کی ضرورت ہے۔ مشاہرہ
معقول دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ..... جلد رابطہ کریں۔ حافظ محمد ایوب خالد رئیس جامعہ عمر بن الخطاب منڈی جھراں ضلع شیخوپورہ۔ فون: 0300-8878629
تبدیلی فون نمبر: احباب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ دارالحدیث اوکاڑا کے رابطہ معاون قاضی رضاء الرحمن کاموبائل نمبر تبدیل ہو گیا ہے۔

احباب نیا نمبر نوٹ کر لیں۔ 0312-4403173 [عبداللہ یوسف]

صحافت کی اصلاح اہم تجاویز و تدابیر

مولانا عبدالغفار حسنؒ

تمہید:

پاکستانی صحافت بلکہ پوری دنیا کی صحافت چار اقسام میں بٹی ہوئی ہے: (۱) خالص دینی، (ب) لادینی، (ج) دینی و دنیاوی، (د) دنیاوی (۱)..... خالص دینی صحافت کا مطلب یہ ہے کہ جو غلبہ دین کے لیے کوشش کرتی ہے، اور اقدار و شعائر کی سر بلندی کے لیے کوشاں رہتی ہے اور اس میں کوئی ایسی بات شائع نہیں ہوتی جو شریعت کے خلاف ہو۔ پھر یہ صحافت آج کل پاکستان میں دو حصوں میں بٹ گئی ہے۔

پہلی وہ قسم ہے جس پر فرقہ وارانہ ذہنیت غالب ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جو فرقہ وارانہ ذہنیت سے بالاتر ہو کر وحدت امت کی طرف دعوت دیتی ہے۔ اس قسم کی صحافت کے ماتحت جراند و رسائل کی تعداد بہت کم ہے۔

(ب)..... لادینی صحافت: یعنی مخالف دین پر پوچھنا کرنے والے اخبارات و رسائل۔ اس قسم میں تمام وہ اخبارات و رسائل آ جاتے ہیں جو خالص سرمایہ دارانہ یا اشتراکی طہرانہ نظام کے خدوخال کو نمایاں کرتے ہیں۔ اس صحافت کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ دینی اقدار کی تحقیر کی جائے اور دینی شعائر کا مذاق اڑایا جائے۔

(ج)..... دینی و دنیاوی صحافت: اس قسم کی صحافت کے حامل جراند و رسائل، دینی مضامین بھی شائع کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی عوام کو خوش کرنے کے لیے فحاشی و معاشی عیاشی اور عام بداخلاقی پر مشتمل مضامین اور تصاویر بھی شائع کرتے رہتے ہیں۔

(د)..... خالص دنیاوی: اس قسم میں وہ اخبارات اور رسائل آتے ہیں جو خالص کاروباری ذہنیت کی بنیاد پر عوام کے لیے معلومات

فراہم کرتے ہیں۔ انہیں اس بات سے بحث نہیں ہے کہ یہ معلومات شریعت کے موافق ہیں یا مخالف۔

درج ذیل مضمون میں صحافت کی تیسری قسم کی رہنمائی کے لیے ضروری اشارات دیئے گئے ہیں۔

ایک ضروری وضاحت بھی پیش نظر رہے کہ ذرائع ابلاغ میں سے ٹی وی اور ریڈیو بھی ہیں۔ لیکن ان دونوں کی اصلاح اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ ارباب اقتدار کی ذہنیت اسلامی سانچے میں ڈھل جائے۔ عام طور پر ٹی وی کے غلط رویے کے خلاف اخبارات و رسائل میں تبصرے اور تنقیدیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن صحافت کی غلط کاریوں پر تبصرہ نہیں ہوتا۔ اگر کوئی کرتا بھی ہے تو اخبارات اسے شائع نہیں کرتے۔

آج کل کی صحافت کا حال یہ ہے کہ جو مضامین اخبارات کی مدح و ستائش پر مشتمل ہوں وہ تو فوراً شائع ہو جاتے ہیں اور جن مضامین میں اخبارات پر تنقید ہوتی ہے وہ ردی کی ٹوکری میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ حالاں کہ یہ اخبارات و رسائل جمہوریت اور عوامی تنقید کے بڑے حامی ہوتے ہیں لیکن ان کا اپنا عمل اس کے خلاف ہوتا ہے۔ لیکن اگر دینی درد رکھنے والے رہنما، عوام میں صحیح شعور پیدا کرنے کی کوشش کریں تو ریڈیو، ٹی وی کا قبلہ بھی درست ہو سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ، معاشرے میں جو کچھ ہو رہا ہے محض اس کی عکاسی کے ذمہ دار نہیں ہوتے بلکہ معاشرے میں جو خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں ان کی اصلاح کرنا بھی ان کا اہم فرض ہوتا ہے اور جو اچھائیاں معاشرے میں فروغ پا رہی ہیں ان کو مزید ترقی دینے کے لیے ترغیب دینا ان کے فرائض میں داخل ہے۔

صحافت کی اہمیت:

صحافت، ذرائع ابلاغ میں سے ایک اہم اور ناگزیر ذریعہ ہے اور نہ صرف اہم، بلکہ اپنے دور رس اثرات کی بنا پر اس دائرہ محراب و منبر کے دائرے سے بھی زیادہ وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ پہلے جو مقام زبانی تبلیغ کا تھا اس کی جگہ اب ان ذرائع ابلاغ نے لے لی ہے۔

عربی میں ابلاغ اور تبلیغ کے معنی کسی بات کے پہنچانے کے ہیں۔ ان دونوں لفظوں کے اصلی حروف ایک ہی ہیں: ب، ل، غ۔

قرآن وحدیث کی رو سے یہ تبلیغ و ابلاغ کا منصب انبیائے کرام اور ان کے جانشین علمائے اسلام کو سونپا گیا ہے۔ اس منصب کی اہمیت اور مقصدیت واضح کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان اوصاف کی نشان دہی کی جائے جو مبلغین کے بارے میں کتاب وسنت میں بیان کیے گئے ہیں۔ ان اوصاف کو صحافیوں پر بھی چسپاں کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر ہماری صحافت، ان اوصاف کے رنگ میں رنگ جائے اور دو رنگی، دوغلا پن اور قول و عمل کے تضاد کی روش چھوڑ کر خالص اسلامی اقدار کو اپنالے تو ہمارے معاشرے کی بہت سی خرابیاں بہت جلد دور ہو سکتی ہیں اور ایمان ولیقین کے انوار سے ہمارے درود یوار جگمگا سکتے ہیں اور خیر القرون کی یاد تازہ کرتے ہوئے، خلوص ومحبت کی بہاریں پھر سے ہمارے قلوب وا ذہان کو سکون و اطمینان کا گہوارہ بنا سکتی ہیں۔

مسلم صحافت کے اوصاف:

①..... سورہ احزاب کی آیت ۳۹ میں ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ يَبْلُغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا﴾

”جو اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچاتے اور اس سے ڈرتے ہیں، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوتا۔“

اصل حقیقت یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی خشیت دلوں میں سما جائے تو کسی مسلم صحافی کا قلم، جان بوجھ کر جادہ حق سے ادھر ادھر نہیں بھٹک سکتا اور نہ دنیا کی طبع اس کو غلط راستے پر ڈال سکتی ہے

نہ کسی بڑے سے بڑے انسان کی دھمکی اسے راہ حق سے ہٹا سکتی ہے۔

②..... سورہ اعراف کی آیت ۶۸ میں ارشاد ہے:

﴿أَلَيْغُكُمْ رِسَالَتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ﴾

”حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور تمہارا خیر خواہ ہوں (ساتھ ہی) امانت دار ہوں۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ابلاغ و تبلیغ میں امت کی خیر خواہی کے ساتھ ساتھ امانت ودیانت کے اوصاف بھی ضروری ہیں۔ کسی خبر یا تبصرے کی اشاعت میں نہ مبالغہ آرائی ہو اور نہ کسی فرد کی ذات پر نازیبا حملہ ہو، نہ کسی قوم کی دوستی اور نہ کسی کی محبت راہ انصاف سے برگشتہ کرے اور نہ کسی قوم کی دشمنی کی بناء پر صراط مستقیم سے انحراف کیا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پہلی تدبیر کے طور پر مسلم صحافت میں مذکورہ تین اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔

(ا)..... خشیت الہی

(ب)..... معاشرے کی خیر خواہی

(ج)..... امانت ودیانت

دوسری تدبیر یہ ہے کہ ایک ایسا مختصر کورس نو جوان صحافیوں کے لیے مقرر کیا جائے، جو ایسی آیات اور احادیث اور سلف صالحین کے فکر انگیز واقعات پر مشتمل ہو جن سے دلوں میں سوز و گداز پیدا ہو اور دل یقین و ایمان سے معمور ہو جائیں۔ یہ گویا پہلی تدبیر کو عملی جامہ پہنانے کے لیے دوسری تدبیر ہے۔

تیسری تدبیر: یہ حقیقت ہے کہ کوئی انسان بھی معاشرے کے تمام طبقات کو یا گروہوں کو خوش نہیں کر سکتا۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک مسلم صحافی کے پیش نظر صرف اللہ کی رضا ہو اور اس کے دل میں دین حق کو غالب کرنے کا سودا سمایا ہو۔ اس کے لیے ایسے تمام مضامین، کارٹونوں اور تصاویر سے اخبارات کا دامن پاک رکھنا ہو گا جن سے قوم کے اخلاق بگڑتے ہوں اور نو جوانوں میں غلط میلانات پرورش پائیں اور اخلاقی لحاظ سے پورا معاشرہ تباہی کے

کنارے پر پہنچ جائے۔

افسوس کا مقام ہے کہ اس وقت اکثر اخبارات فحاشی پھیلانے کا ذریعہ بن گئے ہیں۔ سابقہ دور میں حکومت نے فلمی ایڈیشن بند کیے تو اخبارات نے دوسرا چور دروازہ نکال لیا۔ یعنی کبھی کھلاڑیوں کی دہنوں کے رنگین فوٹو شائع کیے جاتے ہیں اور کبھی مغرب زدہ بیگمات کی نیم عریاں تصاویر صفحات کی زینت بنتی ہیں اور کبھی مغنیات اور رقاصوں کے مختلف پوز شوخ رنگوں میں شائع کیے جاتے ہیں اور پھر یہی تصاویر عام طور پر آوارہ نوجوان اپنی کتابوں اور کمروں میں چسپاں کر لیتے ہیں اور پٹوڑی اور دوسرے دوکاندار اپنی دوکانوں اور دیواروں پر آویزاں کر لیتے ہیں۔

اس وقت ملک میں جو اخبارات یا رسالے شائع ہو رہے ہیں ان کی چند قسمیں ہیں:

①..... ایسے اخبارات جو کسی قسم کی تصاویر شائع نہیں کرتے۔ ان میں زیادہ تر دینی رسائل کا شمار کیا جاسکتا ہے۔ جیسے الاعتصام لاہور، المنبر فیصل آباد، ماہنامہ البلاغ کراچی، ماہنامہ بینات کراچی، ماہنامہ رضوان لاہور، محدث لاہور، فکر و نظر اسلام آباد اور ماہنامہ الاتحاد اسلام آباد وغیرہ۔

②..... وہ رسائل و اخبارات جو صرف سیاسی لیڈروں کی تصاویر شائع کرتے ہیں اور حسن نسوان کی نمائش سے پرہیز کرتے ہیں۔ سینما کے اشتہارات بھی نہیں دیتے جیسے روزنامہ وفاق لاہور، روزنامہ جسارت کراچی، روزنامہ امت کراچی۔

③..... ایسے اخبارات و رسائل جو اشتہارات کی حد تک حسن نسوان کی نمائش میں پیش پیش ہیں۔ مثلاً ہفت روزہ تکبیر کراچی، ہفت روزہ زندگی لاہور، ماہنامہ اردو ڈائجسٹ وغیرہ۔

④..... ایسے اخبارات و جرائد جو ہر قسم کی تصاویر شائع کرنے میں بے لگام ہیں، حسن نسوان کی نمائش ان کا اصل پیشہ ہے، بے حیائی پھیلانا ان کا کام ہے، مثلاً: روزنامہ جنگ، روزنامہ نوائے وقت، روزنامہ پاکستان لاہور، ہفت روزہ اخبار جہاں وغیرہ۔ اکثر روزناموں کا یہ حال

ہے کہ جمعہ کے دن رنگین میگزین شائع کرتے ہیں جس کے تین چار صفحات حسن نسوان کی نمائش سے پر ہوتے ہیں اور خاص طور پر پہلا صفحہ کسی حسینہ کی شوخ رنگین تصویر شائع کیے بغیر ان کی روٹی ہضم نہیں ہوتی۔ چوتھی قسم کے جرائد معاشرے میں فساد پھیلانے کے لیے امانت کا مقام رکھتے ہیں۔ ان پر یہ آیت صادق آتی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ [النور: ۱۹]

”بے شک جو لوگ اس بات کو پسند رکھتے ہیں کہ ایمان دار معاشرے میں بے حیائی کے جراثیم پھیلیں تو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔“

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے تمام افراد عافیت میں ہیں۔ مگر وہ لوگ عافیت و سلامتی سے محروم ہیں جو علانیہ شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ [کتاب الادب، باب شر المومن علی نفسه: ۵۶۰۸]

اخبارات و جرائد کی تیسری قسم بھی اس آیت کا مصداق بن سکتی ہے۔ ان جرائد کے مدیران کا عذر یہ ہے کہ مالی خسارہ پورا کرنے کے لیے اس قسم کے اشتہارات کی اشاعت ناگزیر ہے لیکن اصل قابل غور بات یہ ہے۔ ایک طرف یہ حضرات شرم و حیا کا وعظ فرماتے ہیں اور دوسری طرف حسن نسوان پر مشتمل شوخ رنگین اشتہارات شائع کرتے ہیں۔ قول و عمل کا یہ تضاد معاشرہ کو تباہی کی طرف لے جا رہا ہے۔

تصویر اور فوٹو کے بارے میں سب سے زیادہ مفصل تحریر مودودی مرحوم رحمہ اللہ کی ملتی ہے۔ ملاحظہ ہو تفہیم القرآن تفسیر سورۃ سبا، ج: ۴، ص: ۱۸۱ تا ۱۸۸، رسائل و مسائل، ج: ۱، ص: ۱۵۴۔

قرآن و سنت کی روشنی میں یہ تحریر بڑی مدلل لکھی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ضرورت کی بنا پر تصویر یا فوٹو لینا جائز ہے۔ ویسے عام حالات میں اس کے بغیر کام چل سکتا ہے۔

تصویر کی دو قسمیں ہیں:

①..... نمایاں شخصیات کی تصاویر

②..... حسن نسواں کی نمائش

مشہور شخصیات کے دوست و احباب اور اقارب کی تصاویر بطور یادگار یا اس نظریہ کی بناء پر کہ جو خبر شائع کی جائے تو خبر سے متعلق شخصیت کا فوٹو بھی شائع ہونا ضروری ہے، خواہ شخصیت مرد ہو یا عورت۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ نمایاں شخصیات کی تصاویر کی اشاعت سے شخصیت پرستی کا مرض معاشرہ میں پھیلتا ہے اور حسن نسواں کی نمائش پر مشتمل تصاویر کی اشاعت بھی دہرا گناہ ہے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ مغربی صحافت کا رنگ ذہنوں پر غالب ہے۔ اس لیے تصاویر کی اشاعت خاص طور پر خواتین کی رنگین تصاویر کی اشاعت کا رواج بڑھ گیا ہے کہ ملک کے اکثر اخبارات و جرائد طاعونی چوہوں کی طرح معاشرہ میں بے حیائی اور بد معاشی پھیلانے میں مصروف ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنا کاروبار چکانے کے لیے حسن نسواں کی نمائش کو استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ استحصال کی بدترین صورت ہے۔

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کوئی عورت اپنی سہیلی سے اس طرح گل مل نہ جائے کہ بعد میں اپنے شوہر سے اس کا حلیہ بیان کرے۔ یعنی اس کے بدن کے نشیب و فراز اور حسن و جمال کو ظاہر کرے گویا کہ شوہر خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔“ [سنن ترمذی، کتاب الادب، باب فی کراہیۃ مباشرة الرجال الرجال والمرأة المرأة: ۲۷۱۶]

خلاصہ یہ ہے کہ کوئی عورت اپنے شوہر سے کسی عورت کے حلیہ کا آنکھوں دیکھا حال نہ بیان کرے۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ عورتوں کی تصاویر شائع کرنا خاص طور پر شوخ رنگین تصاویر کی اشاعت بہت بڑا گناہ و نافرمانی ہے۔ پھر یہ کہ اکثر اخبارات کا یہ حال ہے کہ ہفتے میں ایک دو بار دینی مسائل پر بھی ایک دو مضمون شائع کر دیتے ہیں تاکہ دینی حلقے بھی

خوش رہیں اور دوسری طرف معاشرے کے بگڑے ہوئے افراد کو خوش کرنے کے لیے بلکہ ان کو مزید بگاڑنے اور بے حیاء بنانے کے لیے وقف ہو جاتے ہیں۔

قابل غور بات یہ ہے کہ شریعت کا مزاج شرم و حیا کے بارے میں اتنا حساس ہے کہ زبان سے بھی عورت کا حلیہ بیان کرنا جائز نہیں قرار دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ آج کل کی رنگین تصاویر بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوں گی۔ یہ تصاویر نوجوانوں کے جذبات میں بیجان پیدا کرتی ہیں اور معاشرہ میں بگاڑ و اخلاقی فساد کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اس لیے خاص طور پر تیسری اور چوتھی قسم کے اخبارات و رسائل سے بڑے ادب سے گزارش ہے کہ قوم کو بے حیاء بنانے سے پرہیز کریں۔

﴿فَكَيْشَرُ عِبَادِي الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ

أَحْسَنَهُ﴾ [الزمر: ۱۸]

”پس خوش خبری سنا دو ہمارے ان بندوں کو جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔“ اگر ہماری صحافت ان مذکورہ بالا آیات و احادیث پر عمل کرے تو وہ

مولانا محمد ادریس کی وفات

۳۱ اکتوبر بروز ہفتہ سہ پہر ۸:۵۵ منٹ پر بعارضہ

قلب ۹۲ سال کی عمر میں اتفاق ہسپتال میں وفات

پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کئی سال سے گلبرگ لاہور میں مقیم تھے۔ راقم

الحروف نے مولانا کو کچھ عرصہ قرآن مجید سنایا ہے۔ ان کی

نماز جنازہ جامعہ رحمانیہ لاہور کے شیخ الحدیث قاری محمد

رمضان صاحب نے غالب مارکیٹ گراؤنڈ میں اتوار

کے روز پڑھائی۔

اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین

[ابوبکر ظفر]

معاشرے کو صحیح اسلامی بنانے کے لیے بہترین کردار پیش کر سکتی ہے۔ ورنہ یہ قول و عمل کا تضاد، خود اسے تباہ کر دے گا اور قوم کی تباہی کا باعث بنے گا۔

آخر یہ کیا مذاق ہے کہ ایک طرف اسلام اسلام کی دہائی ہے اور دوسری طرف فلمی ستاروں، رقاصوں اور گویوں کی پذیرائی اور حوصلہ افزائی ہے اور قص و سرود کی محفلوں کے شوخ، رنگین فوٹو شائع کر کے قوم کے اخلاق کو بگاڑا جا رہا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ [الصف: ۲۰]
”اے ایمان والو! کیوں تم ایسی بات کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے۔“

یہ طرز عمل اللہ تعالیٰ کے غصے کو بھڑکانے کے لیے کافی ہے کہ تمہارا عمل تمہارے قول کے خلاف ہو۔ مختصر یہ ہے کہ اگر آج مسلم صحافت، اس تضاد کی روش کو چھوڑ دے تو امت مسلمہ کے لیے اس کا وجود خیر و برکت کا باعث بن سکتا ہے۔

محاسبہ کون کرے؟

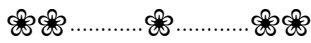
عام طور پر اخبارات ایسے مضامین شائع نہیں کرتے جن میں ان کا محاسبہ کیا جائے اور ان کی غلط روش پر تنقید کی گئی ہو۔ ہاں اگر تعریفی کلمات لکھ دیئے جائیں تو ان کی اشاعت فوراً ہو جاتی ہے۔ یہ عجیب قسم کی جمہوریت

اور آزادی صحافت ہے جس کے نام پر بے حیائی کی اشاعت زور و شور سے ہو رہی ہے۔ اس بے حیائی کی اشاعت میں ٹی وی کا قبلہ بھی غلط ہو گیا ہے۔ بلکہ اب تو شرم ناک مصیبت یہ آئی ہے کہ خوش حال گھرانوں میں ڈش انٹینا لگا دیئے گئے ہیں جس کے ذریعہ ہر قسم کے بے حیائی کے مناظر دیکھے جاتے ہیں۔ نوجوانوں میں یہ مرض کینسر کی طرح بڑھتا جا رہا ہے۔ حکومت کا فرض ہے کہ ڈش انٹینا کو قانونی طور پر بند کر دیا جائے۔ جس مکان کی چھت پر ڈش انٹینا لگا ہوا ہے جبراً اکھاڑ پھینکا جائے۔

نوٹ: (بات اب اس سے کہیں آگے چلی گئی ہے۔ کیبل نے ڈش انٹینے کو بھی مات دے دی ہے اور یہ بے حیائی کے مناظر گھر گھر نظر آنے لگے ہیں۔ سی ڈیز اور سی ڈی آپریٹر نے اس پر مزید غضب ڈھایا ہے۔ [ادارہ])

ہمارے ملک میں بلکہ پوری دنیا میں ماحولیاتی آلودگی کا بڑا خیال کیا جاتا ہے کہ وہ نہ ہونے پائے۔ لیکن اخلاقی لحاظ سے جو گندگی معاشرے میں پھیل رہی ہے اس کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا جاتا۔ کم از کم اخبارات ہی اپنی روش بدلیں تو بہت کچھ معاشرے کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ خطبائے کرام، واعظین و جرائد کا فرض ہے کہ وہ فحاشی و عیاشی کے خلاف زور و شور سے مہم چلائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک ہدایت دے، آمین۔



تصحیح نامہ

شمارہ نمبر	جلد نمبر	صفحہ نمبر	کالم نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
40	61	18	2	9	لاگت کا صحیح اندازہ لگا سکتا ہو۔	لاگت کا صحیح اندازہ نہ لگا سکتا ہو۔
42	61	30	2	2	پروفیسر ثریا بتول علی	پروفیسر ثریا بتول علوی
43	61	9	1	18	”احتیاطی تدبیر کے طور پر“ کالم 2 سطر 13 میں ”جیسی“ قباحتوں سے،“ تک	عبارت حذف سمجھی جائے۔

قاضی شریح بن الحارث

قاری محمد حسن سلفی (ٹہ سلطان پور و ہاڑی)

کتاب اللہ دیکھنا اور اس سے روگردانی نہ کرنا۔ اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو سنت مصطفیٰ دیکھا، اور روگردانی نہ کرنا۔ اگر پھر بھی جواب نہ پاؤ تو اجماع پر نظر ڈالنا اور فقہاء، علماء اور صالحین کے فیصلہ کو ماخذ بنانا اگر وہاں بھی جواب نہ پاؤ تو چاہے تو جلد فیصلہ کر ڈالو چاہے تو تھوڑا سا ٹھہر جاؤ اور تاخیر سے کام لو اور تاخیر کرنا ہی بہتر ہے۔

عزم انصاف: قاضی شریح جب عدالت و انصاف کی کرسی کی طرف چلتے تو یہ آیت پڑھنا شروع کر دیتے:

﴿اَنَا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ

بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ﴾

”ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے پس زمین میں انصاف سے فیصلہ کرو اور خواہشات کی پیروی نہ کرو۔“

پھر فرمایا کرتے: ”اب ظالم کو پتا چل جائے کہ اس نے کس کا حق مارا ہے۔“ یہ بھی کہا کرتے: ”ظالم سزا کا منتظر ہے اور مظلوم مدد کا۔“

توکل علی اللہ: ایک مرتبہ پاؤں میں تکلیف ہوگئی تو پاؤں پہ شہد لگا کر دھوپ میں بیٹھ گئے۔ لوگ تیمارداری کو آئے کہا فرمائیے کیا حال ہے؟ جواب دیا: ”الحمد للہ ٹھیک ہوں“ کسی طبیب کو دکھانا تھا؟ ”دکھایا ہے“ پھر اس نے کیا کہا؟ ”اس نے اچھی امید دلائی ہے۔“ وہ طبیب کون ہے؟ ”جس نے یہ زخم دیا ہے۔“ سبحان اللہ!

فرصت کیسی؟ ایک مرتبہ قاضی شریح کا گزرا ایک مجمع عام سے ہوا جو کہ کھیل کود میں مصروف تھے۔ فرمانے لگے آخر تم کیوں کھیل کود میں مصروف ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم کام سے فارغ ہو چکے ہیں۔ تو شیخ نے جواب دیا یہ کیسی فرصت ہے؟ (ابھی آخرت کی تیاری باقی ہے۔)

جستجوئے علم: صبح سویرے ہی لوگ (اہل علم) سیدنا حضرت علی رضی اللہ

یہ قیس بن ابوامیہ الکندی کے فرزند تھے جو کہ ایرانی النسل ہیں۔ بعد میں ان کے اسلاف یمن میں آکر آباد ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد قاضی شریح مدینہ آگئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں کوفہ میں عہدہ قضاء پر فائز رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بعد میں ان کو معزول کر دیا تھا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں انہیں پھر سے اسی عہدہ پر فائز کر دیا۔ قاضی شریح کوفہ میں ۷۰ سال تک اس منصب پر فائز رہے۔ اس زمانہ میں ان کی ماہوار تنخواہ ۱۰۰ درہم تھی بعض نے لکھا ہے کہ ۵۰۰ درہم تک تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خط: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے گھوڑا خریدا، یہ شرط عائد کی کہ پہلے اسے اچھی طرح دیکھوں گا پھر قیمت ادا کروں گا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ابھی یہ گھوڑا لے جا رہے تھے کہ وہ راستے میں ہی مر گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مالک سے کہا اپنا گھوڑا واپس لے لو یہ مر گیا ہے۔ مالک نے کہا نہیں میں نے قیمت لینی ہے۔ جب جھگڑا ہوا تو مالک کہنے لگا، چلو شریح سے فیصلہ کرو اتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور گھوڑے والا دونوں قاضی شریح کے پاس آئے۔ حضرت شریح بن حارث نے دونوں کی بات سن کر فرمایا: ”امیر المؤمنین یا تو گھوڑا پہلے والی (زندہ) حالت میں واپس کرو ورنہ اب تمہیں قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں یہی فیصلہ درست ہے۔ تم کوفہ چلو میں تمہیں وہاں ایک قاضی کی حیثیت سے مامور کرتا ہوں۔ میں نے تمہارے جو ہر دیکھ لیے ہیں۔ پھر ایک خط لکھا۔

”جب تمہارے سامنے کوئی مسئلہ درپیش ہو تو سب سے پہلے

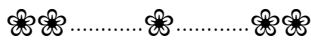
میں مر گیا۔ انہوں نے گھر میں گڑھا کھودا اور اس میں ڈال دیا اور فرمایا: ”اگر اسے باہر پھینکتے تو اس کی بدبو اور تعفن سے دوسرے لوگ تکلیف میں مبتلا ہوتے۔“ انہوں نے گھر کے پرنا لوں کا رخ گھر میں ہی رکھا ہوا تھا تاکہ لوگ پرنا لہ سے گرنے والے پانی کی تکلیف سے دوچار نہ ہوں۔ ایک شخص نے قاضی شریح سے کہا تمہاری (مالی) حالت تو بہت اچھی ہے تو انہوں نے حکیمانہ جواب دیا: تمہیں اللہ کی نعمتیں دوسروں میں نظر آتی ہیں اور اپنی ذات میں انہیں بھول جاتے ہو۔

بھائی کو نصیحت: ایک دفعہ کوفہ میں طاعون پھیل گیا ان کے بھائی نے وہاں سے بھاگنے کا ارادہ کیا تو قاضی شریح نے ان سے فرمایا: ”تم جس مکان کو چھوڑ کر بھاگنا چاہتے ہو اس ذات گرامی کی نظر میں ہے جس سے بچ کر نہ کوئی نکل سکتا ہے اور نہ اسے کوئی عاجز کر سکتا ہے۔“

ایک بچہ دو عورتیں: دو عورتیں ایک بچہ لے کر آئیں دونوں کا دعویٰ تھا کہ یہ بچہ میرا ہے اور وہ دونوں بچے کی ایک ماں اور دوسری دادی تھی۔ اس بچے کا باپ اس کے بچپن میں فوت ہو گیا تھا اور اس عورت نے آگے نکاح کر لیا تھا۔ اب یہ بچہ بھی جوان ہو چکا تھا۔ قاضی شریح نے فیصلہ دادی کے حق میں کیا۔ حکمت یہ تھی کہ اس کی بہو کا تو خاوند موجود ہے جب کہ اس بڑھیا کا کوئی سہارا نہ تھا۔ سبحان اللہ!

قاضی شریح کی روایات: قاضی شریح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جونو جوان دنیاوی لذتوں اور لہو و لعب کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنی جوانی اللہ کی اطاعت میں بسر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بہتر صدیقیوں کا اجر عطا فرمائیں گے۔“ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اے میری خاطر اپنی خواہشات کو چھوڑنے والے اور میری خاطر اپنی جوانی کو لگانے والے تو میرے نزدیک میرے بعض ملائکہ کی طرح ہے۔“

قاضی شریح جلیل القدر تابعی تھے۔ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کا انہیں شرف حاصل ہوا۔ ۷۰ سال تک عہدہ قضاء پر فائز رہے اور ہمیشہ ”امام عادل“ کے مصداق رہے۔ ۷۸ھ میں ۱۰۸ سال کی عمر میں کوفہ میں وفات پائی۔



کے پاس جمع ہو جاتے۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسائل پوچھتے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے مسائل دریافت فرماتے۔ یوں مسائل پر کافی دیر تک پوچھ گچھ ہوتی رہتی جب سب لوگ چلے جاتے تو قاضی شریح دیر تک گھٹنوں کے بل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھے رہتے۔ مسائل پوچھتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کا جواب دیتے۔

خود بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جا رہا تھا۔ کوفہ کے بازار میں ایک قصہ گو جمع لگا کر بیٹھا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ”تم میرے قریب العہد ہونے میرے ایک سوال کا جواب دو ورنہ تمہیں تادیبی سزا دوں گا۔ قصہ گو نے کہا فرمائیے، امیر المؤمنین کیا سوال ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ایمان کس چیز سے قائم رہتا ہے اور کس چیز سے زائل ہو جاتا ہے۔“

قصہ گو نے جواب دیا: جی ایمان تقویٰ کے قیام اور پرہیزگاری سے قائم رہتا ہے اور اس کا زوال حرص و دلالت سے ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں جواب درست ہے، اب تم اپنا شغل جاری رکھو۔ قاضی شریح فرماتے ہیں: یہ قصہ گو بزرگ نوف البرکالی تھے۔

قوت فیصلہ: ایک شخص حضرت شریح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس سے دریافت کیا کہاں سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا، بس میرے اور آپ کے درمیان ایک دیوار کا فاصلہ ہے، میں شام سے آیا ہوں۔ جواب دیا بہت تھوڑا فاصلہ ہے۔ فرمائیے کیسے آئے؟ اس شخص نے کہا جی میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے، ”اچھا ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ برکت دے“ جی میں نے اس سے ایک مکان کا وعدہ کیا تھا، ”وعدہ پورا کرنا ضروری ہے“ پھر اس نے کہا کہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجیے۔ قاضی شریح فرمانے لگے میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا۔

چارہ مفت دودھ پاک: قاضی شریح سے کسی نے کہا جی ایک بکری کیڑے کوڑے کھاتی ہے اس کے دودھ کے متعلق فرمائیے کیا وہ جائز ہے؟ قاضی شریح نے جواب دیا: ”چارہ بھی مفت کا ہے اور دودھ بھی طیب ہے۔“

احساس مخلوق خدا: ایک مرتبہ سنور (لومڑی نما جانور) ان کے گھر

دارالدعوة السلفية..... ایک تعارف

ملک عصمت اللہ قلعوی

الشانیه (درس نظامی) کی فراغت کی سند حاصل کی۔
دارالعلوم الحمدیہ لوکوور کشاپس لاہور کی سنٹرل لائبریری میں بطور
لائبریرین کام کیا۔ دارالافتاء میں تحقیقی امور میں بطور رابطہ کار اور سہ ماہی
مجلہ ”صوت الحق“ میں بطور کمپوزر اور پروف ریڈر رہے۔ ”خذ من
عقیدتک“ کا ترجمہ کیا۔ حج و عمرہ مولانا حافظ عبداللہ رفیق صاحب کی
تحقیق و تخریج کی۔ رسول اکرم کی نمازیں اور المختصر الصحاح السنۃ کی تحقیق
و تخریج کی اور ان پر تعلیقات لکھیں۔
آج کل دارالدعوة السلفیہ میں بطور لائبریرین کام کر رہے ہیں۔
تخریج و تحقیق میں دوسرے ساتھیوں کے معاون و مددگار بھی ہیں۔

ہفت روزہ الاعتصام کے ارکان

محمد سلیم چنیوٹی:

مڈل پاس ہیں اور ایک سال تک جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں زیر تعلیم
رہے۔ کچھ عرصہ چنیوٹ میں کلاتھمرچنٹ کا کام کیا۔ مارچ ۱۹۹۰ء سے
لاہور ”دارالایتام“ ادارے کے ساتھ منسلک رہے۔ ۱۹۹۶ء میں بطور
نائب منیجر الاعتصام آئے اور اب منیجر کے فرائض سرانجام دے رہے
ہیں۔ مطالعہ کا شوق ہے۔ الاعتصام میں ان کے کتب پر تبصرے اکثر
شائع ہوتے رہتے ہیں۔ الاعتصام کی طباعت و ترسیل ان کے فرائض
میں شامل ہے۔ دیگر دفتری امور بھی سرانجام دیتے ہیں۔ قارئین
الاعتصام کے ساتھ ٹیلی فونک رابطہ رکھتے ہیں اور خط و کتابت کا فرض بھی
سرانجام دیتے ہیں۔

محمد اکبر بھٹی صاحب:

۱۹۹۹ء میں ادارہ الاعتصام سے منسلک ہوئے۔ اس سے پہلے یہ
پاکستان ریلوے میں ملازمت کرتے رہے۔ ادارے میں آنے والے

مجلس العلمی السلفی کے ارکان

مجلس العلمی السلفی تین علماء پر مشتمل ہے۔

(۱)..... مولانا عبدالرحمن بلتستانی:

ان کے والد کا نام عبداللہ ہے۔ ان کا تعلق موضع کرلیس (سکرو) بلتستان سے ہے۔ جامعہ دارالعلوم بلتستان غواڑی سے شہادۃ العالیہ کی
سند حاصل کی اور پھر مزید تعلیم کے لیے جامعہ الاسلامیہ مدینہ منورہ چلے
گئے اور وہاں سے سند فراغت حاصل کی۔ ۲۰۰۵ء میں فارغ ہو کر
دارالدعوة السلفیہ کے ساتھ منسلک ہو گئے۔

مشکوٰۃ المصابیح کی ایک جلد اور الاعتصام کے حجیت حدیث نمبر (زیر
طبع) کی تخریج کر چکے ہیں۔ آج کل تنقیح الرواۃ کی تخریج میں مصروف ہیں۔

(۲)..... مولانا ابوبکر ظفر:

مولانا ابوبکر ظفر کا تعلق سیالکوٹ کے ایک گاؤں سے ہے۔ یہ ڈاکٹر
ظفر اقبال کے فرزند ہیں جو نہایت صالح اور متشرع بزرگ ہیں۔ ابوبکر ظفر
نے جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رائے ونڈ روڈ سے درس نظامی کی سند
فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد تین سال تک دارالدعوة السلفیہ میں
بطور لائبریرین متعین رہے۔ بہت سی کتابوں کا ترجمہ اور تخریج کی ہے۔
ان میں سے چند زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں اور کچھ ابھی غیر
مطبوعہ ہیں۔ ہفت روزہ الاعتصام میں بھی ان کے مضامین شائع ہوتے
رہے ہیں۔ مجلس العلمی السلفی کے رکن ہیں۔ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ
لائبریری میں موجود ہفت روزہ الاعتصام کا اشاریہ تیار کر رہے ہیں۔

(۳)..... مولانا عبدالرحیم بلتستانی:

ان کا تعلق بھی موضع کرلیس (بلتستان) سے ہے۔ دارالعلوم
الحمدیہ، لوکوور کشاپ مغل پورہ لاہور سے فاضل علوم اسلامیہ اور شہادۃ

عبدالرحمن سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے جواں سال صاحبزادے حافظ خلیل الرحمن سلفی (اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد) ۲۰ اکتوبر کو ہونے والی جو دش بم دھماکے میں جام شہادت نوش کر گئے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

شہید کی عمر ۲۴ سال تھی، وہ قرآن کے حافظ اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے فیض یافتہ تھے۔ اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے کلیہ شرعیہ میں تیسرے سال میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ۲۱ اکتوبر بدھ کی صبح نو بجے محمدی پارک شیخ کالونی فیصل آباد میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ حافظ مسعود عالم رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

نماز جنازہ میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد، کلیہ دارالقرآن والحدیث جناح کالونی اور جامعہ دعوت السلفیہ ستیانہ بنگلہ کے طلباء، اساتذہ اور شیوخ الحدیث کے علاوہ مقامی اور بیرونی شہروں سے بھی جماعتی علماء اور اکابرین جماعت نے شرکت کی۔ مولانا عبدالرحمن سلفی اور ان کے اہل خانہ کے لیے جواں سال بیٹے کی شہادت بہت بڑا صدمہ ہے۔

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل دے، ان کے بیٹے کو آخرت میں ان کے لیے ذریعہ نجات بنائے اور حافظ خلیل الرحمن کو اپنے جوار رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے، آمین۔ مولانا عبدالرحمن سلفی صاحب کا موبائل نمبر یہ ہے: 0300-6680402
[محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد]

ضرورتِ رشتہ

①..... لڑکی عمر ۲۹ سال (خلع یافتہ) تعلیم ایم اے، معزز جاٹ فیملی، مسلک اہل حدیث کے لیے برسر روزگار تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ [رابطہ: 0300-883627]

②..... لڑکی عمر تقریباً ۲۴ سال، دینی تعلیم مکمل پڑھی ہوئی ہے اور گھریلو امور میں ماہر ہے، کے لیے مسلک اہل حدیث سے وابستہ ارائیں برادری سے رشتہ درکار ہے۔ گوجرانوالہ یا گردنواح سے رابطہ کریں۔ اپنے کوائف بذریعہ خط ارسال کریں۔

[معرفت منیجر ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ لاہور]

رسائل و جرائد اور اخبارات کا باقاعدہ ریکارڈ رکھتے ہیں اور دفتری امور میں منیجر الاعتصام کے ساتھ بطور معاون بھی کام کرتے ہیں۔

حافظ رضاء اللہ:

الاعتصام کے پرانے کاتب محمد صدیق صاحب کے بھتیجے اور ان کے بھائی محمد رفیق صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا تعلق چوئیاں ضلع قصور سے ہے۔ بی۔ اے کے طالب علم ہیں اور قرآن مجید کے حافظ ہیں۔ عرصہ پانچ سال سے الاعتصام کی کمپوزنگ کر رہے ہیں۔ ماہر کمپیوٹر آپریٹر ہیں۔

حافظ عبدالحمید بلتستانی:

قرآن مجید کے حافظ ہیں اور مدرسہ محمدیہ گوجراں والا سے سند فراغت حاصل کر چکے ہیں۔ دیگر دفتری امور میں منیجر کی معاونت بھی کرتے ہیں۔ ادارہ کے مہمانوں کی تواضع ان کے ذمے ہے۔

ملک عصمت اللہ قلعوی:

مولانا غلام رسول صاحب قلعہ میہاں سنگھ والا کے پڑپوتے ہیں۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے گریجویشن کی۔ دورانِ تعلیم و ملازمت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید کا ترجمہ، بلوغ المرام، مشکوٰۃ المصابیح اور سنن داری پڑھی۔ اس کے بعد یہ تعلیم و تعلم کا سلسلہ بوجہ قائم نہ رہ سکا البتہ بعد میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے درس نظامی کی سند حاصل کی۔ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد سے اسلامی قانون (ابتدائی) پڑ پلومہ حاصل کیا۔ پاکستان آڈٹ ڈیپارٹمنٹ میں ملازمت کی جہاں سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔ دارالدعوة السلفیہ شیش محل روڈ لاہور، کے ناظم مالیات کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔
ہفت روزہ الاعتصام میں بھی کام کرتے ہیں اور الاعتصام کی ترتیب و تہذیب ان کے فرائض میں شامل ہے۔



مولانا عبدالرحمن سلفی فیصل آبادی کو صدمہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث فیصل آباد کے معروف رہنما مولانا

تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دوسخوں کا آنا ضروری ہے

اس کتاب میں علمائے احناف کے امام بخاری کی تحسین پر مبنی تحریروں کو یک جا کر دیا ہے۔ کتاب کمپیوٹر کمپوزنگ، عمدہ سفید کاغذ، کارڈ کور ہے۔

اذان و اقامت اور جماعت و امامت

تالیف: مولانا محمد منیر قمر
ضخامت: ۱۸۴ صفحات
قیمت: درج نہیں
ناشر: مکتبہ کتاب وسنت، ریحان چیمہ تحصیل سمبڑیال سیالکوٹ
ملنے کا پتا: کتاب سرائے، فرسٹ فلور الحمد مارکیٹ اردو بازار، لاہور
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

نماز، اسلام کا ایک اہم ترین رکن ہے۔ نماز کی اہمیت و فضیلت کے پیش نظر بے شمار کتب جیٹہ تحریر میں آچکی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب مولانا محمد منیر قمر صاحب کی تالیف ہے۔ وہ ایک طویل عرصے سے متحدہ عرب امارات کے شہرام القوین میں ریڈیو پروگرام ”دین و دنیا“ سے وابستہ رہے ہیں۔ جس میں اسلام کے مختلف گوشوں پر بالتفصیل گفتگو کرتے رہے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں مولانا محمد منیر قمر کی اذان و اقامت اور نماز کے موضوع پر چند ریڈیائی تقریروں کو ان کی لخت جگہام محمد شکیلہ قمر نے کتابی شکل میں ڈھال دیا ہے۔

کتاب میں حوالہ جات کا پورا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ ایک قابل مطالعہ کتاب ہے جسے نماز سیکھنے اور صحیح ادائیگی کے لیے راہنما ثابت ہوگی۔ کمپیوٹر کمپوزنگ، سفید کاغذ اور کارڈ کور ہے۔

دوہرے اجر کے مستحق لوگ

تالیف: غلام مصطفیٰ فاروق
ضخامت: ۱۳۳ صفحات
قیمت: درج نہیں
ناشر: تنویر الہدیٰ پبلشرز، ریحان چیمہ تحصیل سمبڑیال ضلع سیالکوٹ

صحیح بخاری اور امام بخاری احناف کی نظر میں

تالیف: مولانا محمد ادریس ظفر
تقدیم: ابوالحسن مولانا مبشر احمد ربانی
ضخامت: ۹۵ صفحات
قیمت: ۸۰ روپے
ملنے کا پتا: (۱) المکتبۃ الاثریہ، فون: 0306-3336670 لاہور۔
(۲) مکتبہ محمدیہ، الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

تمام محققین اور محدثین کرام کا اتفاق و اجماع ہے کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کی ترتیب شدہ ”الجامع الصحیح البخاری“ قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتاب ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کو حدیث نبوی ﷺ کے ساتھ انس و محبت کے باعث جو علو شان رب قدر کی طرف سے عطا ہوئی ہے اور جو مرتبہ و مقام اللہ کریم نے انہیں ان کی کتاب ”الجامع الصحیح البخاری“ کو عنایت فرمایا ہے ایک دنیا اس کی شاہد و معترف ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں امام بخاری اور بخاری شریف کے متعلق احناف (دیوبندی، بریلوی، مکاتب فکر) کے بڑے بڑے علمائے کرام کے اقوال و بیانات ان کی تصانیف سے اخذ کر کے درج کیے گئے ہیں جن کے مطابق امام بخاری اور صحیح بخاری کی عظمت کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔

اس کتاب کے مرتب کرنے کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض عاقبت نا اندیش قسم کے حنفی مؤلفین نے امیر المؤمنین فی الحدیث اور امام الحدیث حضرت محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کی ذات مبارک اور بخاری شریف کی صحت کے بارے شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کا نام کوشش کی ہے۔ بعض احناف نے منکرین حدیث کے نظریات سے متاثر ہو کر امام بخاری، بخاری شریف اور بخاری شریف کے راویوں کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ یہ تنقید انہوں نے شاید اس لیے کی ہے کہ احادیث پر عوام الناس کا اعتماد ختم کر دیں۔

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

ہر نیکی کا اجر ہے جو دس گنا تک ہے۔ بعض نیکیوں کا اجر سات سو گنا تک یا اس سے بھی زائد ہے جیسے انفاق فی سبیل اللہ اور صیام رمضان۔ بعض نیکیاں ایسی بھی ہیں جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے دوہرے اجر کی منتقاضی ہیں۔ وہ کون سی نیکیاں ہیں اور وہ کون سے افراد ہیں جن کو دوہرا اجر ملے گا۔

اس کتاب میں انہی نیکیوں اور افراد کا ذکر قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا گیا ہے جو دوہرے اجر کے مستحق ہیں۔

زیر نظر کتاب جناب غلام مصطفیٰ فاروق کا مطبوعہ مضمون ہے جو ماہنامہ ”تنویر الہدیٰ“ میں قسط وار شائع ہوتا رہا۔ موضوع اچھوتا ہے اور فاروق صاحب کی یہ کاوش نہایت مستحسن ہے۔

کمپوزنگ میں کہیں کہیں الفاظ کی ترتیب گڈ مڈ سی نظر آئی ہے۔ اس طرح پروف ریڈنگ کی غلطیاں بھی رہ گئی ہیں۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی صحیح تاریخ وفات ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء ہے جو سہو غلط درج ہو گئی ہے۔ امید ہے کہ اس کی اصلاح اگلے ایڈیشن میں کردی جائے گی۔ بہر حال کتاب پر کافی محنت کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف و ناشر کو اجر عظیم عطا کرے۔ کارڈ کور، سفید کاغذ اور کمپیوٹر کمپوزنگ ہے۔

نظم القرآن (منظوم ترجمہ قرآن)

مترجم: محمد امین میاں

صفحات: ۸۸۴

طبع اول: رمضان ۱۴۲۹ھ

ملنے کا پتا: ۱۰۵ رب، علی پور (کمپناوالہ) جزائوالہ فیصل آباد

تبصرہ نگار: مولانا ابو بکر ظفر

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کے ذریعے انسانیت کی راہنمائی کے لیے اللہ کریم نے کل انسانوں میں سے محمد کریم ﷺ پر قرآن کو بذریعہ جبریل امین نازل فرمایا۔ آپ ﷺ نے جب اس کی تلاوت فرمائی اور اس کی تعلیمات کی روشنی پھیلی تو دنیا نے انسانیت میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا۔ اسی کتاب سے لوگوں نے انسانیت سیکھی اور پھر

اس سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار اپنے اپنے انداز میں کیا۔

قدیم ترین مصاحف، ہڈیاں، چمڑے کے ٹکڑے اور دوسری اشیاء جن پر زمانہ نبوت اور اس کے قریب دور میں قرآن مجید لکھا گیا ان کی حفاظت اور نسل در نسل بلا تحریف منتقلی اسی عقیدت کا مظہر ہیں۔ ایسے متعدد کاموں میں ایک کام اپنی علاقائی زبان میں اس قرآن کے پیغام کو پہنچانے کے لیے آسان سے آسان تر اسلوب ولہجہ میں اس کی ترجمانی ہے۔

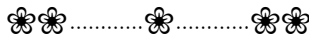
لفظی وبامحاورہ تراجم قرآن کے علاوہ اردو اور پنجابی زبان میں متعدد اہل علم نے منظوم تراجم بھی کیے، ان میں ایک قابل قدر اضافہ محمد امین میاں کا ”نظم القرآن“ ہے۔ میاں صاحب نے یہ ترجمہ نہایت عقیدت اور بے حد احتیاط سے کیا ہے اور پوری کوشش کی ہے کہ قرآن مجید کے اسلوب بیان سے جو لذت اور لطف محسوس ہوتا ہے وہ اس منظوم ترجمہ میں بھی محسوس ہو۔ لہذا میاں صاحب نے اس نظم کی زبان ولہجہ اس قدر آسان رکھا کہ اگر کوئی بہ صورت نظم ترجمہ زبانی یاد کرنا چاہے تو اسے وقت نہ ہو اور اگر کوئی اسی نظم کو نثر میں پڑھنا چاہے تو بھی مشکل پیش نہ آئے۔

اس کائنات میں کمال تو صرف رب تعالیٰ کو حاصل ہے البتہ زیر تبصرہ ”نظم القرآن“ میں زبان و بیان کی سلاست، ہر آیت کی ابتداء واختتام کی وضاحت، عمدہ اور خوب صورت لکھائی کے علاوہ کاغذ اور طباعت وغیرہ کی خصوصیات شمار کی جاسکتی ہیں۔

قرآن مجید کے منظوم ترجمہ پر بعض لوگوں کی طرف سے ممکنہ اعتراضات کے جواب میں محمد امین میاں صاحب فرماتے ہیں: ”ان تمام حقائق سے بالاتر جیسا کہ قرآن اپنی منظم عبارت کو شاعری نہیں کہتا ایسے ہی اس کے منظم ترجمہ کو بھی شاعری نہیں کہا جاسکتا۔ کیوں کہ اس میں شاعرانہ خصوصیات (انسانی مبالغہ آمیز ناقابل عمل خیالات واحساسات اور عاشقانہ جذبات وغیرہ) کی آمیزش نہیں ہے۔“

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ عمل اور فہم القرآن کی اس اپنی سی کاوش کو قبول فرمائے اور اس کی اشاعت کو محمد امین صاحب کے لیے توشہ آخرت بنائے، آمین۔

”نظم القرآن“ کا یہ نسخہ محمد امین اللہ کی طرف سے ہدیہ ہے۔



یک جہتی و سلامتی کے لیے اخوت و محبت کی ضرورت

عطا محمد جنجوعہ

الذہاب کانفرس میں شرکت کو باعث اعزاز سمجھتے ہیں۔ مولانا سعید احمد جلاپوری نے یونائیٹڈ کرسچن آرگنائزیشن کی طویل ویب سائٹ نقل کی ہے جس میں اسلام، قرآن اور نبی مکرم ﷺ کے بارے گستاخانہ مواد موجود ہے۔ ”محمد ایک عرب تھے جس کو گزرے ہوئے ۲۰۰۰ سال ہو چکے ہیں۔ لوگوں کے اوپر حکومت کرنا اور اپنی (ضرورت سے زائد) جنسی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے وہ لوگوں سے جھوٹ بولا کرتا تھا کہ خدا اُس پر وحی بھیجتا ہے اس وقت کے جاہل لوگوں کے مقابلے میں جو کہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ محمد ایک بہت چالاک عقل مند اندر سے..... شخص تھا۔“

باغیوں کی مکمل گستاخانہ تحریر کے لیے رجوع کریں ماہنامہ آب حیات لاہور ستمبر ۲۰۰۹ء۔ غور طلب پہلو یہ ہے کہ ایک دوسرے کو گستاخ رسول کہنے والے مقررین نے کرسچن ویب سائٹ پر احتجاج کیوں نہیں کیا؟

امریکا پاکستان میں اپنے سفارت خانے کو وسعت دے کر فوجی چھاؤنی میں تبدیل کر رہا ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں امریکی میرین پاکستان میں داخل ہو گئے ہیں۔ عراقی مسلمانوں کے قتل عام میں ملوث بدنام زمانہ بلیک وائر کے کارکنوں نے اسلام آباد کے حساس مقامات پر ہوائی مائنات کرایہ پر حاصل کر لیے ہیں۔ وہ خود یا زرخیز مقامی وغیرہ مقامی ایجنٹوں کے ذریعے دھماکے کر رہے ہیں۔ جن کا مقصد پاکستان کو ناکام ریاست ثابت کر کے ایٹمی اثاثوں پر قبضہ حاصل کرنا ہے۔

عراق و افغانستان کے بعد پاکستان میں غیر اعلانیہ صہیونی جنگ جاری ہے۔ ڈرون حملوں سے بے گناہ شہری بھی ہلاک ہو رہے ہیں۔ خفیہ ایجنسیوں نے ماضی قریب میں شیعہ سنی فساد بھڑکا کر نفاذ شریعت تحریک کو دفن کر دیا تھا۔ اسی طرح وطن دشمن ایجنسیاں ملت اسلامیہ مذہبی لسانی اور معاشرتی طبقوں کو ایک دوسرے کے خلاف الجھا کر صہیونی پروٹوکول کی پیش قدمی تیز تر کر رہے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ دینی جماعتوں کے سربراہان اپنے اپنے فرقہ پرست مقررین کو وطن عزیز کی یک جہتی و سلامتی اور اسلامی اخوت و محبت کا درس دیں۔ اور تمام دینی و سیاسی جماعتیں متحد ہو کر پاکستان میں صہیونی پروٹوکول کی پیش قدمی کے تذکر کے لیے مشترکہ لائحہ عمل اختیار کریں۔

برصغیر پاک و ہند میں انگریزوں سے قبل ہندو مسلم رواداری کے اصول پر رہے تھے۔ مذہبی بنیاد پر فتنہ فساد کے واقعات برائے نام ہوتے تھے۔ لیکن انگریزوں نے تقسیم کر دیا اور حکومت کرو کی پالیسی اپنائی۔ اس سے نہ صرف ہندو مسلم فساد کی آگ بھڑک اٹھی بلکہ خود مسلمان فرقتے افہام و تفہیم کے ماحول سے نکل کر مناظروں میں الجھ گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انگریزوں کے خلاف مزاحمتی تحریک مدہم پڑ گئی۔

وطن عزیز سے انگریزوں کے اخلا کو ۶۰ سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا لیکن اُن کے جانشین توڑ پھوڑ کی پالیسی پر بدستور عمل کر رہے ہیں۔ مزدور سرمایہ دار اور مزارع زمیندار ایک دوسرے سے نالاں ہیں۔ عورت اور مرد کے حقوق کی باہمی جنگ نے خاندانی نظام کی یک جہتی کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اسلامی معاشرہ کی اساس اخوت و محبت پر کاری ضرب لگ چکی ہے۔ پاکستانی معاشرہ میں غریب اور امیر میں تفاوت کی شرح بڑھ گئی ہے۔ تہذیب و تمدن کے لحاظ سے لبرل اور قدامت پسند طبقوں میں بٹ چکا ہے اور سیاسی لحاظ سے مسلمان لیگی اور پمپلی دھڑوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔

دہی آبادی میں کمی اور راٹھ کی تیز کے آثار موجود ہیں۔ دینی جماعتوں کے وہ مقررین جو خوش الحان یا شعلہ بیانی کی وجہ سے سال بھر تبلیغی دوروں پر رہتے ہیں اگر وہ خلوص نیت سے چاہتے تو مسلمانوں میں مواخات مدینہ کی فضا سازگار کر سکتے تھے۔ سیاسی، مذہبی، معاشی و معاشرتی طور پر نفرت کی خلیج ختم کر سکتے تھے۔ بد قسمتی کی انتہا ہے کہ بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث علماء اپنی تقریروں میں ایک دوسرے کو گستاخ ثابت کر رہے ہیں۔ اس موضوع پر طویل دورانیہ کے مناظرے ہو چکے ہیں، جن کی سی ڈی بازار میں عام دستیاب ہے۔ تعجب ہے کہ یہ لوگ اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں یا راج پال اور سلمان رشدی کی معنوی اولاد کو علمی مواد فراہم کر رہے ہیں۔ اگر یہی علماء سنت کا شیدائی کون؟ سید الکونین کی شفاعت کا حق دار کون؟ کے موضوع پر اظہار خیال کرتے تو اس سے سامعین کے دل میں یقیناً اتباع رسول مقبول ﷺ کا الہانہ ذوق پیدا ہوتا۔ بریلوی، دیوبندی یا اہل حدیث گستاخ رسول ہرگز نہیں، جو گستاخ ہیں اُن سے چشم پوشی کی ہوئی ہے۔ بلکہ ان کے ساتھ بین

شیوخ الحدیث، طلبائے بخاری اور شائقین علم حدیث کے لیے بیش قیمت علمی خزانہ

دفاع صحیح بخاری

تألیف: شیخ الفیاض مولانا محمد ابراہیم القاسمی مدظلہ العالی

تقدیم: فضیلۃ الشیخ مولانا رشاد الحق اثری مدظلہ فضیلۃ الشیخ مولانا محمد عمر عثمانی مدظلہ
تحقیق و تعلیق: حافظ شاہ محمد فاضل مدینہ یونیورسٹی



• مجلد • 1080 صفحات
• عمدہ کاغذ • اعلیٰ طباعتی معیار

نصرة الباری فی بیان صحة البخاری

تألیف: مولانا عبدالرزاق خان جانی جھنڈا بکری

تقدیم: شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی



• 240 صفحات
• عمدہ کاغذ • اعلیٰ طباعتی معیار

نوٹ: ارشاد القاری الی نقد فیض الباری (محدث العصر حافظ محمد گوندوی و فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نور پوری) کی چوتھی جلد مختصر یہ منظر عام پر آرہی ہے

سعودی عرب میں ہماری تمام مطبوعات مکتبہ بیت السلام، ریاض (00966-505440147) پر دستیاب ہیں

ناشر: ام القری پبلی کیشنز سیالکوٹ روڈ فٹو منڈ، گوجرانوالہ فون: 0333-8110896, 0321-6466422